بارہویں صدی کی عظیم و باکمال شخصیت حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے احوال و آثار پر مشتمل کتاب

اول

اویس زمان

شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ

تالیف

رئیس التحریر مولانا یٰس اختر مصباحی

بانی و صدر دارالقلم دہلی

ناشر

مولانا شان محمد مصباحی، ایچاپور، ضلع جالون یوپی

بارہویں صدی کی عظیم و باکمال شخصیت حضرت مولانا شاہ
فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی کے احوال و آثار پر مشتمل کتاب

اویس زمان
شاہ فضل رحمٰن
گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ

تالیف

رئیس التحریر مولانا یٰسٓ اختر مصباحی
بانی و صدر دار القلم دہلی

ناشر

مولانا شان محمد مصباحی، اجیتاپور، ضلع جالون، یوپی (انجمن فضل رحمٰن ٹرسٹ گنج مرادآباد، ضلع اناؤ)
Mob:9158849812

تعارف کتاب

کتاب: اویس زمان شاہ فضل رحمٰن، گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ
تصنیف: علامہ یٰسں اختر مصباحی، دارالقلم، دہلی۔
تقدیم: علامہ نفیس احمد مصباحی (شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارک پور)
تحریک: ہم شبیہ حضور بھولے میاں حضرت مولانا نوازش الرحمٰن معروف بہ ''غلام ربانی میاں'' بانی وصدر انجمن فضل رحمٰن ٹرسٹ، گنج مرادآباد، ضلع اناّو، یوپی
پروف ریڈنگ: محمد علی رضا مصباحی، کولکاتا، مولانا محمود انور مصباحی ممبئی، شعیب جمیل مصباحی مبارک پور
ناشر: مولانا شان محمد خان مصباحی، اجیتا پور ضلع جالون (یوپی)
سن اشاعت: ۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء
تعداد: گیارہ سو
صفحات: ۴۸
کمپوزنگ: مولانا نیاز احمد مصباحی
تزئین کار: محمد زاہد اختر مصباحی، مبارک پور، اعظم گڑھ

عرض ناشر

اُویس زمان حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کی شخصیت علما و مشائخ کے درمیان محتاج تعارف نہیں، مگر یہ بھی سچ ہے کہ آپ کے تعلق سے مستند تحریریں بہت کم معرض وجود میں آئیں، جو آپ کی زندگی کے قیمتی گوشے اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے افکار و نظریات کی جانب رہنمائی کرتی ہوں۔ ایک مرتبہ اچانک میری نظر اہل سنت و جماعت کے مستند مؤرخ حضرت علامہ یٰسٓ اختر مصباحی مدظلہ کی تحریر پر پڑی، جس میں حضرت کے احوالِ زندگی پر اختصار کے ساتھ بھرپور روشنی ڈالی گئی تھی۔

چناں چہ میں نے اسی وقت پختہ ارادہ کرلیا کہ کسی طرح کتابی صورت میں اس کو ضرور منظرِعام پر لانا ہے، رئیس التحریر حضرت علامہ یس اختر مصباحی مدظلہ العالی سے رابطہ کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تو انھوں نے فوراً بخوشی طباعت و اشاعت کی اجازت مرحمت فرمادی۔

اب استاذ گرامی حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی بارگاہ میں کتاب کی تصحیح اور مقدمہ لکھنے کی گزارش کی تو آپ نے بھی اصاغر نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھ ناچیز کی گزارش پر ایک گراں قدر مقدمہ لکھ کر کتاب کی افادیت کو مزید دوبالا فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ ان اکابر کا سایہ ہمارے سروں پر دراز فرمائے، اور ان کے علم و عمل کا کچھ صدقہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

ہم یہاں پر خاص کر شکر گزار ہیں ہم شبیہ حضور بھولے میاں حضرت مولانا نوازش الرحمٰن مدظلہ العالی معروف بہ ”غلام ربانی میاں“ جنھوں نے رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب سے رابطہ کیا اور اس عظیم کام کو انجام دیا اور ساتھ ہی ساتھ خاندان فضل رحمٰن کے چشم و چراغ صاحب سجادہ حضرت معروف الرحمٰن عرف معروف میاں و حضرت مطیع الرحمٰن عرف پپو میاں و حضرت منیب الرحمٰن عرف منا میاں صاحب اور ان کے برادرِ معظّم حضرت شاہ رضوان الرحمٰن عرف ”اجّو میاں“ عالی جناب مظہر رحمانی عرف شینو، مولانا عامر

صفی صفوی کوشامبی، مولانا اوحدالدین معاذ اشرفی کچھوچھوی، مولانا سید انس سنڈیلہ، مولانا سید عزیز اشرف کچھوچھوی، مولانا حسین اندور، عالی جناب سید فضل نظیر، عالی جناب تکریم الرحمٰن عرف صوفی میاں، عالی جناب معظم میاں، عالی جناب لاریب الرحمٰن عرف صوفی میاں، حافظ و قاری شکیب الرحمٰن عرف بھیو میاں، شعیب الرحمٰن عرف شافی میاں کے بھی احسان مند ہیں، جنھوں نے دعاؤں سے نوازا اور اس کام پر ہر طرح کی اعانت کی امید دلائی، اللہ تعالیٰ ان حضرات کے خلوص کو قبول فرمائے۔ ساتھ ہی ان کرم فرماؤں قاری ہارون رحمانی پرنسپل دارالعلوم فضل رحمانیہ مصباحیہ، مولانا رحمانی مصباحی، مولانا یعقوب رحمانی استاذ مدرسہ ضیاے مصطفےٰ کان پور، مولانا عون محمد رحمانی، مولانا معراج جیت پور، مولانا عبدالقیوم جیت پور، مولانا مسعود جیت پور، مولانا سہیل مصباحی ممبئی، مولانا ہاشم مصباحی ممبئی، مولانا چاند مصباحی ممبئی، حافظ رئیس رحمانی امام جامع مسجد اجیتاپور، حافظ مردان رفاقتی امام عیدگاہ مسجد اجیتاپور، حافظ و قاری جنید صاحب امام موتی مسجد اجیتاپور، مولانا زاہد عبداللہ پور، مولانا مسلم رحمانی، مولانا محفوظ امجدی رحمانی، مولانا فیصل رحمانی، حافظ صدام حسین رحمانی، مولانا نور عالم رحمانی، مولانا نظر محمد، مولانا تحسین ممبئی، مولانا اویس ممبئی، مولانا مدثر خطیب امام شاہی مسجد آگرہ، استاذ القرا قاری شمشیر صاحب، مولانا ظریف مصباحی، حافظ خان محمد رحمانی، مولانا مفتاح الحق رحمانی، مولانا ظفر اقبال مصباحی فتح پور، مولانا مختار مصباحی فتح پور، مولانا عطا وارث فتح پور، مولانا ابراہیم ابر رحمانی، حافظ افسر رحمانی، اور علی رضا مصباحی (کولکاتا) کے بھی بے حد شکر گزار ہیں، جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں شروع سے آخر تک میرا ساتھ دیا۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن رکھے اور باطل تحریکات و نظریات کے برے اثرات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

اسلاف کی عنایتوں کا امیدوار

شان محمد خان مصباحی

اجیتاپور، جالون، یوپی

9158849812

دعائیہ کلمات

ہم شبیہ حضور بھولے میاں حضرت نوازش الرحمٰن معروف بہ
''غلام ربانی میاں'' دامت برکاتہم القدسیہ
بانی وصدر انجمن فضل رحمٰن ٹرسٹ گنج مرادآباد ضلع اناؤ یوپی

زیر نظر تحریر ''اویس زمان شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ'' رئیس التحریر حضرت علامہ لیٰس اختر مصباحی دام ظلّہ کے ژرف نگاہ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب میں شیخ طریقت حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کے احوال وآثار پر مختصر انداز میں اچھی بحث کی گئی ہے۔ اس مستند تحریر کو مولانا شان محمد مصباحی اجیتاپور ضلع جالون (یوپی) کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ کر رہے ہیں۔ اس عنایت اور صحیفۂ ہدایت کی اشاعت پر ہم حضرت علامہ لیٰس اختر مصباحی مدظلہ کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور بارگاہ خداوندی میں دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ جماعت اہل سنت پر تادیر قائم رکھے۔ اور عزیزم مولانا شان محمد مصباحی کے علم، عمل اور عمر میں اضافہ کے ساتھ اسی طرح بزرگان دین کی حیات وخدمات اور تعلیمات وارشادات کو عوام الناس کے درمیان پھیلانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

دعاگو

غلام ربانی فضلی
بانی وصدر انجمن فضل رحمٰن
ٹرسٹ گنج مرادآبادی (اناؤ)

9454869705-9918487263

کلماتِ تشکر و امتنان

حامدا و مصلیا و مسلما

زیر مطالعہ کتاب، اویس زمان، شاہ فضل رحمٰن، گنج مرادآبادی، جامع شریعت و طریقت، مرجع علما و صوفیہ، حضرت علامہ شاہ فضل رحمٰن محمدی علیہ الرحمہ کے حالات و کوائف پر مشتمل نہایت معلومات افزا اور گراں قدر تحفہ ہے۔ احقر سراپا سپاس ہے مقبول العلما و محب الصوفیہ، رئیس القلم، حضرت علامہ یس اختر مصباحی مد ظلہ العالی (بانی و صدر دارالقلم، دہلی) کا کہ حضرت نے کثیر مصروفیات کے باوجود ایک عظیم روحانی پیشوا کا تحقیقی اور دل پذیر تعارف نامہ رقم فرما کر خصوصا وابستگان خانقاہ فضل رحمانی اور عموما جملہ عقیدت مندان اولیاے کرام کو اکتساب فیض کا قابل ستائش ذخیرہ فراہم کیا ہے، موصوف جہاں دینی و ملی، سیاسی و سماجی خدمات میں پیہم مصروف عمل رہتے ہیں، وہیں زمانۂ ماضی کے جاں نثاران دین متین، اور نابغۂ روزگار علماے کرام و اولیاے عظام کی شگفتہ تعارف نگاری میں یگانہ اور منفرد نظر آتے ہیں۔ خداے قادر و قیوم سے دعا ہے کہ حضرت مصباحی صاحب قبلہ کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین۔ ساتھ ہی صمیم قلب سے شکر گزار ہوں ادیب عصر، حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی (شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کا کہ حضرت کے زیر نگرانی یہ کار خیر پایہ تکمیل تک پہنچا۔ نیز دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں نبیرۂ اویس دوراں، حضرت مولانا غلام ربانی میاں صاحب مد ظلہ النورانی (خانقاہ فضل رحمانی، گنج مرادآباد شریف) و حضرت مولانا شان محمد مصباحی جالونی کو کہ جنھوں نے دونوں مصباحی صاحبان دامت برکاتہم سے ربط و تعلق ہموار کر کے اس تحریر پُر تاثیر کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا خوش آئند اقدام فرمایا۔ رب قدیر ان سبھی حضرات کو اور اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں کو فیضان اویس زماں علیہ الرحمہ سے مستفیض فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الکریم، علیہ افضل الصلوۃ و اکرم التسلیم

خاکپاے مرشد

مسعود احمد درد، رحمانی مصباحی

۳؍ ربیع النور ۱۴۴۰ھ

استاذ مدرسہ شمس العلوم، سنگاؤں، فتح پور، یوپی

ناظم تعلیمات دارالعلوم فضل رحمانیہ مصباحیہ، اجیتاپور، ضلع جالون، یوپی

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلولیہ، و الصلاۃ و السلام علی نبیّہ، و علی آلہ و صحبہ المتأدبین بآدابہ۔

تمام صوفیۂ ربانی اور مشایخ طریقت کی تبلیغ و ارشاد کا بنیادی مقصد ”تزکیۂ قلب، اور اعمالِ صالحہ کا عادی بناکر اللہ کے بندوں کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچانا اور قربِ خداوندی کی دولت سے مالا مال کرنا“ ہے۔ اس لیے ان کے عقائد و افکار اور مقصدِ دعوت و ارشاد میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہاں! ان کے طریقۂ دعوت اور طرزِ تربیت میں کچھ اختلاف ضرور پایا جاتا ہے، جس کا بہت حد تک تعلق ان کے ذوق اور میلانِ طبع سے ہے اور وقت و حالات کے تقاضوں کا بھی ان میں بہت حد تک دخل ہوتا ہے۔

تصوف کے چار مشہور سلاسل میں ایک ”سلسلۂ نقش بندیہ“ بھی ہے، اس سلسلے کے بانی خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ سید محمد بہاء الدین نقش بند بخاری علیہ الرحمۃ و الرضوان (متوفی ۳؍ ربیع الاول ۷۹۱ھ) ہیں۔

یہ سلسلۂ طریقت مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوا۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ و الرضوان تک ”صدیقیہ“ کہلایا۔ پھر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ (متوفی ۵۷۵ھ) تک ”طیفوریہ“، اس کے بعد خواجہ سید محمد بہاء الدین نقش بند بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳؍ ربیع الاول، ۷۹۱ھ) تک ”خواجگانیہ“ اور حضرت خواجہ نقش بند سے مجدد الف ثانی حضرت مولانا شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی علیہ الرحمۃ و الرضوان (متوفی ۲۹؍ صفر ۱۰۳۴ھ) تک ”نقش بندیہ“ کے نام سے موسوم رہا۔ اور ہندوستان میں حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی علیہ الرحمہ سے منسوب ہوکر ”مجددیہ“ کہلایا۔

اس سلسلۂ طریقت میں شریعت کی پابندی اور سنت نبوی کی پے روی پر کافی زور دیا گیا ہے۔ ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے شریعت کی پابندی ضروری ہے، تقوی و پرہیزگاری کے ساتھ

احتیاط کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ حضرات مشائخ نقش بندیہ ممکنہ حد تک عزیمت پر عمل کرتے ہیں، اور رخصت کی راہ اپنانے سے بچتے ہیں۔ وجد وحال کی کیفیتوں کو شرعی احکام کے تابع رکھتے ہیں اور اذواق و معارف کو دینی علوم کے خادم سمجھتے ہیں۔

حضرت خواجہ بہاء الدین کو سلوک پر جذب کو مقدم رکھنے کا الہام ہوا تھا۔ مشائخِ نقش بندیہ اسی پر عمل پیرا ہیں، جب کہ دوسرے بعض صوفیہ سلوک کو جذب پر مقدم کرتے ہیں۔ اس سلسلۂ طریقت کا پہلا قدم ''جذبہ'' ہے جو وصول الی اللہ کی دہلیز ہے۔

داخلِ سلسلہ ہونے سے پہلے طالب کو ریاضت و مجاہدہ کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، یہ منزل، اذکار و اشغال کے ذریعے طے کرائی جاتی ہے، پھر طالب اس قابل ہوجاتا ہے کہ حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر سلوک و معرفت کے مدارج طے کرنے لگے۔ اس سلسلے میں وصول الی اللہ کے لیے ذکر، مراقبہ اور عظمتِ شیخ ضروری ہے۔[۱]

سلسلۂ نقش بندیہ میں قلب اور باطن کی صفائی ستھرائی کے لیے گیارہ اصول مقرر کیے گئے ہیں جن پر چل کر سالک قرب الٰہی کی نعمت سے شرف یاب ہوتا ہے، یہ اصول در اصل حضرت خواجہ نقش بند علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلمات طیبات ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(۱)ہوش در دم (۲)نظر بر قدم (۳)سفر در وطن (۴)خلوت در انجمن (۵)یاد کرد (۶)باز گشت (۷)نگاہ داشت (۸)یاد داشت (۹)وقوف عددی (۱۰)وقوفِ زمانی (۱۱)وقوفِ قلبی۔[۲]

سلسلۂ نقش بندیہ مجددیہ کے عظیم مشائخ میں اُویسِ زمان حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ (متولّد:۱۲۰۸ھ- متوفی ۱۳۱۳ھ) بھی ہیں، جن کا مزار گنج مرادآباد، ضلع اُنّاو، صوبہ اتر پردیش میں ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی لکھنوی، حضرت مولانا شاہ نور الحق فرنگی محلی لکھنوی اور سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد، اور حضرت مولانا شاہ محمد آفاق نقش بندی مجددی دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے مریدین اور مستفیدین میں اس زمانے کے بڑے بڑے علما اور مشائخ تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری

(۱) تذکرہ مشائخ عظام، مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، ص:۶۳، ۶۲

(۲) ان کلمات طیبات کی تشریح کے لیے دیکھیے: ● مشائخ نقش بندیہ، ص:۱۹-۲۳، از راقم سطور، مقدمہ از: علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور ● تذکرہ مشائخ نقش بندیہ، علامہ نور بخش توکلی، ص:۷۹-۸۴۔

بریلوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے دادا جان حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۸۲ھ) بھی حضرت شاہ فضل رحمٰن علیہ الرحمۃ و الرضوان کے مریدین و مستفیدین میں تھے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ نہ صرف اپنے زمانے کے نام ور مرشدِ طریقت تھے، بلکہ مشہور عالم و محدث اور صاحب عظمت و کرامت بزرگ بھی تھے۔ آپ سے درسِ حدیث لینے والوں میں مولانا احمد حسن کان پوری، مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا سید شاہ دیدار علی محدث الوَرِی لاہوری، اور مولانا سید جماعت علی محدث علی پوری سیالکوٹی کے نام نمایاں ہیں۔

زیر نظر کتاب اویس زمان حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے احوال و آثار کے بیان میں ہے، جو اہل سنت و جماعت کے عظیم مفکر و مصنف اور نمائندہ عالمِ دین رئیس التحریر حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی دام ظلہ العالی کا نتیجۂ قلم ہے۔ حضرتِ موصوف کی شخصیت علمی، فکری، اور تصنیفی اعتبار سے اتنی قدآور اور اونچی ہے کہ بر صغیر ہند و پاک کے ہر خطے سے صاف نظر آتی ہے۔ اس لیے ان کے سلسلے میں مزید کسی تعارف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ زیر نظر کتاب کا آپ کا نتیجۂ قلم ہونا ہی اس کی ثقاہت و اعتماد کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالی اپنے محبوبانِ بارگاہ کے صدقے میں حضرت کو صحت و عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے، اور ان کی برکتوں سے امتِ مسلمہ کو مالامال فرمائے۔ آمین۔

اس کتاب کے ناشر عزیز گرامی مولانا شان محمد مصباحی، متعلم درجۂ فضیلت ہیں جو اجیتا پور، ضلع جالون، یوپی کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے درجۂ اولی سے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا، اور اِسی سال یکم جمادی الآخرہ کو عرسِ حافظ ملت کے موقوع پر دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوں گے۔ عزیز موصوف شریف النفس، مخلص، اساتذۂ کرام کے ساتھ محبت و احترام سے پیش آنے والے اور بزرگانِ دین سے عقیدت رکھنے والے عالم ہیں۔ مولا تعالی ان کی اس اشاعتی خدمت کو قبول فرمائے، اور انھیں مزید دینی و علمی، دعوتی و اشاعتی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نفیس احمد قادری مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور،
اعظم گڑھ، یوپی

۲۰/ صفر ۱۴۴۰ھ
۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۸ء
بروز سہ شنبہ

اُویسِ زمان، شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی

اُویسِ زمان، مولانا شاہ، فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی (ولادت: ۱۲۰۸ھ / ۹۴-۱۷۹۳ء بہ مقام سنڈیلہ۔ وصال: ۲۲/ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ / ستمبر ۱۸۹۵ء۔ مدفون، گنج مرادآباد۔ ضلع اُناؤ۔ صوبہ اترپردیش) حسبِ تحریر مولانا رحمٰن علی (متوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء)

"مولانا فضل رحمٰن کے اوصافِ حمیدہ اور خصائصِ پسندیدہ، ایسے نہیں ہیں کہ:
زبان بُریدہ قلم، قلمِ بے بنیاد، کاغذ پر، اُن میں سے تھوڑے بھی لکھ سکے۔
اور انسان ضعیف اُلبُنیان کی کیا مجال ہے کہ ان کا عُشرِ عَشِیر بھی بیان کر سکے:

لایُدرِکُ الْوَاصِفُ الْمُطْرِیَ خَصَائِصَہٗ
وَاِنْ یَکُ سَابِقاً فِی کُلِّ مَاوَصَفَا

(ص ۳۷۹۔ تذکرۂ عُلماے ہند۔ مؤلّفہ: مولانا رحمٰن علی۔ اردو ترجمہ از پروفیسر، محمد ایوب قادری۔ مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی۔ ۱۹۶۱ء)

حضرت مولانا شاہ، فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی کا سلسلۂ نَسب خلیفۃُ المسلمین، حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مربوط و منسلک ہے۔

آپ کے آباواَجداد میں سے ایک بزرگ، شیخ شہاب الدین مُلَقَّب بہ، زاہد حق گو شہید بن شیخ ادہم دانا بن شیخ فخرالدین ولی، معروف بہ شاہ بن شیخ شہاب الدین مکّیؒ سب سے پہلے، وارِدِ ہندوستان ہوئے۔

شیخ شہاب الدین ثانی، معروف بہ، زاہد حق گو شہید، ہندوستان آکر پہلے، اجمیر شریف پہنچے **اور دربارِ عطاے رسول، سلطانُ الھند، خواجہ معین الدین، چشتی، اجمیری میں ایک عرصہ تک، یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔**

اجمیر شریف سے ایک عرصہ بعد حضرت زاہدِ حق گو شہید، بہار پہنچے، وہاں آپ نے

نکاح فرمایا۔ اس طرح، بہار، وطنِ ثانی ہوا۔

اسی مقام پر کفّار سے اہلِ اسلام کا ایک تصادم اور معرکۂ جِدال برپا ہوا۔ جس میں آپ، درجۂ شہادت سے فائزُ المرام ہوئے۔

شیخ شہاب الدین ثانی، معروف بہ، زاہدِ حق گو شہید کے خَلفِ اصغر، شیخ داؤد، بیس (۲۰) سال کی عمر میں بہار سے دہلی آ گئے۔ یہ سلطان، فیروز شاہ کا، دَورِ حکومت تھا۔

دہلی میں کچھ دنوں قیام کے بعد، شیخ داؤد، پنجاب کے معروف شہر ''**پانی پت**'' پہنچے۔ یہیں، نکاح فرمایا اور یہیں، توطُّن اختیار کیا۔

شیخ داؤد کے ایک صاحب زادے، شیخ مگن ہوئے۔ جو ۹؍شعبان ۷۸۷ھ میں اپنے والد، شیخ داؤد کے انتقال کے بعد، سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔

شیخ مگن کے چھوٹے صاحب زادے، حضرت بہاء الدین مخدوم شیخ محمد، معروف بہ مصباحُ العاشقین، چشتی، عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ ہیں۔ حضرت مصباح العاشقین، چشتی بتاریخ ۱۹؍محرم الحرام ۸۱۰ھ، بہ مقام پانی پت، پنجاب (موجودہ صوبہ ہریانہ) پیدا ہوئے۔

مؤلِّفِ ''**رحمت ونعمت**'' آپ کے تعارف وتذکرہ میں، رقم طراز ہیں:

''حضرت مخدوم (مصباح العاشقین) سات ماہ کے جب شکمِ مادری میں تھے تو، پانی پت (پنجاب) کے مشہور ولی، ملّا محمد سعید صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے خواب دیکھ کر، یہ بشارت دی کہ مخدوم صوفی مگن شاہ صاحب بہاری قُدِّسَ سِرُّہٗ، وارِدِحال پانی پت کے گھر مادرزاد ولی، پیدا ہونے والا ہے، جس سے، بے حد مخلوق، فیض یاب ہوگی۔''

چنانچہ، حضرت مخدوم (مصباح العاشقین) اُنیس (۱۹) محرم ۸۱۰ھ کو پانی پت میں، ولیِ مادرزاد پیدا ہوئے۔ جو، ۹۳۹ھ میں ایک سواُنتیس (۱۲۹) برس کی عمر میں بوقتِ چاشت، غرّۂ رجب کو، واصل بحق ہوئے۔

مُلّا محمد سعید اَولیا نے حضرت مخدوم قُدِّسَ سِرُّہٗ کی بسم اللہ خوانی کرائی، پھر درسِ نظامی وبعض کتب فقہ پڑھائیں۔ (غالباً، درسِ نظامی سے مُراد، یہ ہے کہ وہ کتابیں،

جو بعد میں درسِ نظامی میں داخل ہوئیں۔ کیوں کہ استاذُ الھند، ملاّ نظام الدین محمد، سہالوی، فرنگی محلی ''بانی درسِ نظامی'' اُس وقت تک، پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

ان کی ولادت ۱۰۸۹ھ، یا ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۷۸ء، یا ۱۶۷۹ء کو ہوئی اور وصال ۹ / جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء کو ہوا۔ مصباحی)

پھر، علاّمہ محمد حسین صاحب محدّثِ ملتان سے تکمیلِ فقہ وحدیث کے بعد، اوّلاً: فریضۂ حج، مخدوم صاحب نے ادا کیا۔ جس طرح، حضرت مخدوم کے پَردادا، قطبِ بہار، مولانا شاہ شہاب الدین (ثانی) زاہد شہید ملقّب بہ ''حق گو'' نے، اور حضرت مخدوم کے جَدِّ اعلیٰ، امام شہاب الدین اوّل (مکّی) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے جن کو مُصلاّے شافعی کی امامتِ حرم، سپرد تھی، اولادِ رسول واولادِ صحابہ سے تحصیلِ علمِ حدیث کی۔ اور سند لے کر آئے۔ اُسی طرح، حضرت مخدوم صاحب کو بھی، یہ فضیلتِ خصوصی، حاصل ہوئی کہ ایک سال، مکّہ مکرّمہ میں رہ کر، اور ڈیڑھ سال، مدینہ منورہ میں رہ کر، اولادِ رسول واولادِ صحابہ سے کسبِ روحانی وحصولِ علمِ حدیث کے بعد، سندِ حدیث لی۔ اور خدمتِ حرمین کی۔ پھر اپنے وطن، بہار، محلہ کافوری سرائے، تشریف لائے۔

یہاں سے اجمیر شریف جاکر، چلّہ کشی وریاضت میں مصروف رہے، پھر اپنے مُرشد، شاہ تاج بخش، حضرت شاہ جلال صاحب گجراتی قُدِّسَ سِرُّہٗ، مقیم پَنڈوَہ (بنگال) کی خدمت میں آکر بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ تاحیاتِ مُرشد خدمتِ مُرشد میں رہے۔ پھر، بعد وصالِ مُرشد، مع اَقرِبا، اپنے وطن، بہار شریف آگئے۔ یہاں سے کچھ عرصہ بعد، بحکمِ ربی، منتقلیِ وطن، بہ فہمائشِ مُرشد، ۸۸۷ھ میں فرمائی اور **ملاواں ضلع ہردوئی کو، وطنِ ثانی بنایا، یہ منتقلیِ وطن، بہار سے، اِس بنا پر تھی کہ حضرت مخدوم کی صُلْب سے، اِسی دیار میں فَرْدُ الْاَفْراد، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب، محمدی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ظہور، مقدرّاتِ رَبّانی سے تھا۔**

آپ (مخدوم مصباح العاشقین) کی حَرمِ اول سے اولاد نہ تھی۔ حَرمِ دوم سے صاحبزادہ، مخدوم عبدالرّزاق صاحب، اُنیس (۱۹) ذی الحجہ ۸۵۶ھ کو پیدا ہوئے۔

آپ کی حَرَمِ سوم، دخترِ محمد منعم صاحب بہاری ، برادرِ محمد امین صاحب نبیرگانِ شیخ شہاب الدین شہید حق گو سے، سات رمضان ۸۶۵ھ کو مخدوم حافظ شاہ عبدالرحیم بندگی میاں صاحب ، پھر، مخدوم زادہ عبدالملک صاحب پھر، مخدوم زادہ عبدالحلیم صاحب، پھر، ایک دختر، حافظہ بی بی پیدا ہوئیں، پھر دو صاحب زادگان، محمد عبداللہ و محمد عبدالہادی ہیں، جو، لا وَلدر ہے، مخدوم صاحب کی چوتھی حَرَم سے، مخدوم جلال صاحب، ایک فرزند ہوئے، شاہ جلال صاحب اور اوَّلُ الذِّکر چار صاحب زادگان شاہ عبدالرزّاق وشاہ حافظ عبدالرحیم بندگی میاں وشاہ عبدالملک وشاہ عبدالحلیم صاحبان بلند پایہ اولیاے وقت وعالمانِ عصر گذرے ہیں۔''(ص ۱۱۸ تا ص ۱۲۰۔''رحمت ونعمت''۔مؤلّفہ مولانا شاہ بھولے میاں جوہر، سجادہ نشین بارگاہِ فضلِ رحمٰن گنج مرادآباد۔ضلع اُنّاؤ۔صوبہ اتر پردیش۔مطبوعہ لیتھو برقی پریس، نئ سڑک۔کان پور۔یو پی)

مخدوم شیخ محمد، معروف بہ مصباح العاشقین، چشتی ، عہدِ شباب ہی میں، پانی پت (پنجاب) سے عازمِ لاہور وملتان ہوئے اور شیخ الاسلام، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رَضِیَ اللہ عَنہُ کی خانقاہ میں مقیم ہوکر، وہاں کے متبحر عُلما سے علومِ فقہ وحدیث وغیرہ کی تکمیل فرمائی۔

اس کے بعد، عازمِ حرمین طیبین ہوئے اور مکہ مکرَّمہ پہنچ کر، مناسک وارکانِ حج ادا کر کے کچھ عرصہ، قیام کیا اور وہاں کے محدِّثین سے اجازت وسندِ حدیث، حاصل کی۔ پھر مدینہ طیبہ پہنچے اور وہاں کی برکات وحسنات سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی، اکثر، ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ''ہمارے بزرگوں نے تو مکّہ شریف میں حدیث شریف پڑھی بھی اور پڑھائی بھی اور وہیں سے سندِ حدیث بھی لائے۔''

چناں چہ، مخدوم مصباحُ العاشقین صاحب نے ایک سال، سات ماہ، مزارِ سراپا انوار، رسولُ الثَّقلَین صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم کی جاروب کشی کی۔ اور جو اَولادِ اَمجادِ سیدُ الاسیاد، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ عَلیہِ وَسَلَّم وصحابہ کرام وہاں تھے ،اُن کی

زیارت و شرفِ صحبت سے مشرّف ہوتے رہے۔

بعد اَزاں اپنے وطن، پانی پت، واپس ہوئے۔''

(ص ۴۴۔۳۴۔ ''افضالِ رحمانی''۔ مؤلّفہ: مولانا شاہ افضالِ رحمٰن، عرف بھولے میاں جوہرؔ، گنج مرادآبادی۔ مطبوعہ شمس پریس۔ گیا، بہار۔ باہتمام منشی محمد شفیع رحمانی۔ طبعِ اول)

مخدوم شاہ، مصباح العاشقین، چشتی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان باجازتِ والدِ محترم، راہِ طلبِ حقیقت میں، پھر، عازمِ سفر ہوئے اور بعمر پینتالیس سال پانی پت سے دہلی اور یہاں، چند ماہ گذارنے کے بعد، دیارِ پورب کی طرف نکل گئے۔ یہاں سے منزل بہ منزل، مخدوم مصباح العاشقین صاحب، لکھنؤ پہنچے اور مولانا اعظم ثانی، رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِ کی صحبت، اختیار کی۔ یاد رہے کہ یہ وہی مولانا اعظم ثانی ہیں، جو حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب اور شیخ سعدالدین بن قاضی بڈھن، اناوی، رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے استاد تھے۔ ایک روز، مخدوم (مصباح العاشقین) صاحب و حضرت شاہ مینا صاحب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِمَا، باہم، تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے، مخدوم (مصباح العاشقین) کے متعلق، سوال کیا کہ:

ایشاں، کدام اند؟ (یہ کون ہیں؟)

تو، حضرت شاہ مینا صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے جواب دیا کہ:

مَنْ ہَستم۔ (یہ میں ہی ہوں)

وہ شخص، کچھ نہ سمجھ سکا، بلکہ کچھ اور متعجب ہوا۔

حضرت شاہ مینا صاحب نے، متبسّم ہوکر فرمایا کہ:

ایشاں، فی الحقیقت مَنَمْ و فی التَّسمیہ مَنَمْ۔'' (یہ، حقیقت اور نام دونوں اعتبار سے میں ہوں)

تو وہ شخص، اپنی کم علمی پر، بہت منفعل ہوا۔

کیا، الفتِ باہمی ہے۔ سُبْحٰنَ اللہ۔'' (ص ۳۶۔ ''افضالِ رحمانی'')

مولانا شیخ اعظم ثانی، لکھنوی کے تعارف و تذکرہ میں مولانا رحمٰن علی لکھتے ہیں کہ:

(ترجمہ) شیخ اعظم ثانی بن شیخ ابوالبقا بن شیخ موسیٰ بن شیخ ضیاء الدین، کرمانی

مشہور عالم اور متبحر فاضل تھے۔علومِ ظاہری و باطنی میں شیخ ابوالفتح سے اِرادت رکھتے تھے۔
شیخ مینا، لکھنوی اور شیخ سعدالدین، خیرآبادی، ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔
شیخ سعداللہ، کندوری کے معاصِر تھے اور بہت محبت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ علمِ فقہ میں، ان کا (شیخ اعظم ثانی کا) مرتبہ اور پایہ، بہت بلند تھا۔فقہ کے مسائل کے متعلق، نہایت صاف اور مدلّل تقریر فرماتے تھے۔
علمِ فقہ میں ان کے کئی رسالے ہیں۔
ان کے پَردادا، شیخ ضیاء الدین، ہلاکو خاں کے زمانے میں کرمان سے برِ صغیر ہند میں آئے اور شاہ سَمرقندی سے ملاقات کی غرض سے لکھنؤ پہنچے اور ان ہی کی وجہ سے، اِس شہر (لکھنو) میں توطُّن، اختیار کیا۔
شیخ اعظم ثانی، تین اولاد چھوڑ کر انتقال کر گئے۔سالِ وفات، معلوم نہ ہوا۔
(۱) محمد، عرف شیخ قاضی (۲) شیخ احمد فیاض (۳) شیخ نصیرالدین۔ان میں سے، ہر ایک کی اولاد، لکھنؤ، دیوہ اور اناو میں موجود ہے۔" (ص ۱۱۳۔ "تذکرۂ علمائے ہند"۔ مؤلّفہ مولانا رحمٰن علی۔ اردو ترجمہ از پروفیسر محمد ایوب قادری ۔ مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی۔ طبعِ اول۔۱۹۶۱ء)
مخدوم مصباح العاشقین چشتی، شیخ اعظم ثانی، لکھنوی سے تعلیم، حاصل کر کے قصبہ راوٹی، واقع اَودھ (موجودہ دریاباد۔ ضلع بارہ بنکی، صوبہ اتر پردیش۔مصباحی) پہنچے، جہاں حضرت شیخ احمد، راوٹی نے، سلسلۂ چشتیہ میں آپ کو مرید کیا، مخدوم مصباح العاشقین نے یہاں، چلّہ کشی اور ریاضتِ شاقّہ کی۔
حضرت شیخ احمد، راوٹی کے حکم و ہدایت پر، مخدوم مصباح العاشقین چشتی، مخدوم شیخ جلال گجراتی، معروف بہ، تاج بخش کی خدمت میں، پَنڈوَہ شریف (بنگال) پہنچے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور ایک مدت تک آپ کی تربیت وصحبت و برکت سے متمتع وفیض یاب ہوتے رہے۔
آپ ہی کی بارگاہ سے "مصباحُ العاشقین" کا خطاب، مَرحمت ہوا۔

بہ مقتضائے الٰہی، مخدوم مصباح العاشقین کے والد ماجد شیخ مگن صاحب بعمر نوے سال، بیس ذی قعدہ ۸۶۹ ھ کو، نیز اسی سال، سولہ ذی قعدہ کو، مخدوم صاحب کے بڑے بھائی، شیخ اولیا صاحب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْھِم، دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف ایک ہی ماہ میں سدھارے۔ اِس حادثہ کے نتیجے میں، پانی پت (پنجاب) کے آپ کے سبھی گھر والے پنڈوَہ شریف (بنگال) آ گئے۔ مخدوم، مصباح العاشقین، چندسال، یہاں، قیام پذیر رہے، لیکن دو مقامی راجاؤں کی جنگ کے نتیجے میں کچھ ایسے حالات، رونما ہوئے کہ شیخ جلال تاج بخش کی شہادت ہوگئی۔ اور ایک روز آپ نے خواب میں مخدوم، مصباح العاشقین کو، ایسا حکم دیا کہ: مع اہل وعیال و متعلقین، آپ، پنڈوہ سے رخصت ہوکر، بہار پہنچ گئے۔ یہاں آپ نے ایک خانقاہ بنوائی اور مصروفِ عبادت وریاضت ہو گئے۔ پھر، حضرت شاہ جلال تاج بخش شہید کے حکم وہدایت کے مطابق، آپ، بہ سَمت مغرب، روانہ ہوئے۔ یہاں سے عازمِ سفر ہوکر جون پور، پھر، قصبہ راوٹی (موجودہ، دریاباد ضلع بارہ بنکی۔ مصباحی) ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچے۔'' اس وقت، شیخ قطب الدین، برادرزادۂ حضرت شاہ مینا صاحب وہاں، صاحبِ سجادہ تھے اور حضرت شاہ مینا صاحب کے بڑے خلیفہ حضرت شیخ سعد الدین بن قاضی بڈھن اناوی بھی، وہیں تھے۔

ہر دو صاحبان نے تین روز تک ٹھہرا کر، لوازمِ مہمان نوازی، بہ طیبِ خاطر ادا کیے اور فیضِ صحبتِ حضرت مخدوم صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ سے فیض یاب ہوئے۔

مخدوم (مصباح العاشقین) صاحب، پھر، ان صاحبان سے رخصت ہوکر حضرت مولانا اعظم ثانی صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے مزار شریف پر ہوتے ہوئے ملاواں، واقع ضلع ہردوئی پہنچے۔ جس وقت، نورخاں وسلیم خاں، پسرانِ بہادرخاں۔ ودولت خاں وشیر خاں پسرانِ معروف خاں، جو، رؤساواُمرائے قنوج سے تھے، ان کو خبر ملی، تو یہ لوگ کئی میل آگے استقبال کو، آ کر ملے۔ اور حضرت مخدوم صاحب کو، ملاواں کے قلعۂ خام میں لا کر ٹھہرایا۔ اُس وقت، ملاواں کی آبادی، مختصر تھی۔ کچھ زراعت پیشہ، کچھ کائستھ، کچھ

برہمن، کچھ مسلمان، کچھ شیشہ کے کام کرنے والے لوگوں کے سِوا، باقی قلعہ، خارِستان تھا۔

چنانچہ، مخدوم صاحب نے فرمایا کہ یہ جگہ، مُرشد جلالُ المِلَّۃ وَالدِّین، شاہ تاج بخش، گجراتی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے مَسکَن واقع، پَنڈوہ (بنگال) سے بالکل مشابہ ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کی طرح، یہاں کے لوگ بھی سخت گو، پُراز نفاق اور حاسِد ہیں۔
نیز، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے ایسے ہی مقام، اجودھن (پنجاب) میں، درشت گو، غیر معتقدین کی آبادی میں قیام کیا تھا۔ پس، مجھے بھی اسلاف کا اِتّباع کرنا چاہیے۔''

چنانچہ، ملاواں میں، متوطِّن ہوئے۔ لیکن کچھ روز بعد، حضرت مخدوم صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے سوچا کہ: عُمَّال وحُکَّامِ وقت بھی، بہ سبب نظم ونسق آکر، اسی قلعہ میں ٹھہرا کرتے ہیں۔
فُقَرا کو، اُمَرا کی جائے قیام سے، واسطہ ہی کیا؟ حکم دیا کہ: سب سامان نکال کر، آبادی کے کنارے لے چلیں۔''

پسرانِ بہادر خاں وشیر خان نے گو، ہر چند، اِصرار بھی کیا، مگر، مخدوم صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے، قبول نہ فرمایا۔

اتفاقاً، ایک خادم نے عرض کیا کہ: مخدوم زادہ، شیخ عبدالرزّاق صاحب کی والدہ صاحبہ کی حالتِ نَزع ہے۔ اور عبدالرزّاق صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ، رو رو کر، یٰسٓ شریف پڑھ رہے ہیں۔ تو حضرت مخدوم صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے مخدوم زادہ، حافظ عبدالرحیم بندگی میاں وشیخ عبدالملک سے فرمایا کہ: وہ بھی جا کر، اِخلاص ویٰسٓ اور سورۂ ملک پڑھیں۔ تلقینِ کلمۂ طیبہ کریں۔ تھوڑی دیر بعد، بروز شنبہ، بعدِ زوال، بتاریخ ۹ رشوال ۸۸۷ھ مخدوم صاحب کی حَرَمِ ثانی کا وصال ہوگیا۔ اسی قلعۂ خام میں، مرحومہ کا مزار ہے۔ اس کے تیسرے روز، مخدوم صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ، بہ نفسِ نفیس، پا پیادہ بیرونِ آبادی، تشریف لے گئے۔ اور اس مکان میں جو آج تک، فیض بخشِ قلوبِ

طالباں ہے، قیام پذیر ہوئے۔ اب، اس جگہ کو ’’درگاہ محلہ‘‘ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
اور کاغذاتِ سرکاری میں وہ مقام، محی الدین پور، مکتوب ہے۔ **ملاواں کی وجہ تسمیہ بھی،**
یہ ہے کہ: یہاں کے حاکمِ وقت نے، محی الدین پور، جو، مخدوم صاحب کی نذر کیا تھا، اُسی
سے ملحق بندی پور، نصرت نگر، فرحت نگر، نیز، بھگونت نگر، وغیرہ، اس طرح ہیں کہ: **ان کی**
آبادیاں، ایک دوسرے سے مل گئی ہیں۔ اِس لئے اس حلقہ کو "مِلاواں" کہاجانے لگا۔
جو کثرتِ استعمال سے "ملاواں" ہوگیا۔ مکان، مَسکونہٴ اول (قلعہٴ خام) اوراس کے
پاس، سرائے

گو، اَب، مسمار ہیں، مگر، آثار، موجود ہیں۔ اورایک مسجد، باقی ہے۔ یہاں سے
کچھ فاصلے پرایک اورمسجد ہے، جہاں، جَدِّ مکرَّم، غوثِ زمان حضرت مولانا شاہ فضلِ
رحمٰن صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ، یادِالٰہی فرمایا کرتے تھے۔ **اور اپنے دَورانِ قیام آپ**
نے، ایک مِسواک، وہاں، گاڑدی تھی۔ جوایک درخت ہوگئی
اور ہنوز، موجود ہے۔ مخدوم (مصباح العاشقین) صاحب، متوطّن ملاواں ہوئے تو یہ
زمانہ سلطان بہلول شاہ لودھی کے عہدِ سلطنت کا تھا۔

مخدوم صاحب نے مسجد خام وحُجرہ برائے عبادت ومکان، قیام کے لئےتعمیر کرایا
اورمتوکِّلانہ زندگی، بسر کرنے لگے۔ معتقدین، جوطعام وہدایا، پیش کرتے مخدوم
صاحب، تین یوم کے بعد، پھرقبول، نہ کرتے۔

اُس وقت تک، ملاواں میں لوگ، نمازِ جمعہ کے نام سے بھی آشنا، نہ تھے۔

چنانچہ، مخدوم صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ نے، سلطانِ وقت سے اجازت لے کر سب
سے پہلے، ملاواں کے موجود مسلمانوں کے ساتھ، جمعہ، ادا فرمایا۔‘‘

(ص ۴۰ وص ۴۱۔ ’’**افضالِ رحمانی**‘‘۔ مؤلّفہ مولانا شاہ افضالِ رحمٰن، عرف بھولے میاں جوہرِ گنج
مرادآبادی۔ مطبوعہ شمسی پریس۔ گیا۔ بہار۔ باہتمام، منشی محمد شفیع رحمانی۔ طبعِ اول)

’’جب، حضرت مخدوم (مصباحُ العاشقین) صاحب **عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ** اپنے آخری
سفرِ دہلی سے واپس ہوکرقنوج پھرتشریف لائے، تو معتقدین نے، باصرار، قیام پرمجبورکیا۔

مخدوم صاحب نے فرمایا کہ: یہ ہمارا آخری سفر ہے۔ سِوائے آخرت، اب سفر نہ ہوگا۔"
آپ کے ہم عصر، مخدوم شیخ اخی جمشید، راج گیری عَلَیْہِ الرَّحْمَة کا وصال ان ایام میں ہوا تھا۔ چنانچہ، آپ، موصوف کے مزار شریف پر، برائے فاتحہ، تشریف لائے۔
اتفاقِ وقت، مخدوم شیخ سعد خیرآبادی بن شیخ بڈھن صاحب اور مخدوم عبدالصّمد، عُرف، شاہ صفی صاحب (جن کا مزار شریف، قصبہ صفی پور میں ہے۔)
خلیفۂ اعظم شیخ سعد صاحب خیرآبادی بھی، قنوج آئے ہوئے تھے۔
ہر دو صاحبان، حضرت سیدنا مخدوم مصباحُ العاشقین صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَة کی خبرِ آمد سن کر ملاقات کو چلے۔ شیخ سعد صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَة نے چاہا کہ میں، شیخ صفی صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَة سے پہلے ہی ملاقات کروں۔ مگر مخدوم صفی صاحب نے پیش قدمی کی اور شیخ سعد صاحب، ان کے بعد پہنچے۔
حضرت شیخ سعد صاحب نے، مخدوم مصباحُ العاشقین چشتی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کو دیکھتے ہی ایک کیف و سرور میں، بزبانِ ہندی کہا: دیکھا! محمد ثانی۔"
یہ کِنایہ اپنے پیر، مخدوم شاہ مینا صاحب سے تھا، جن کا اصلی نام، شیخ محمد تھا۔"
(ص ۱۴۱ و ص ۱۴۲۔ "افضالِ رحمانی")
"فتح خاں، سپہ سالارِ لشکر کو، سلطان، سکندر شاہ، لودی نے مخدوم صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَة کی خدمت میں، ملاواں، مع تحائف و ہدایا، خاص طور سے بھیجا اور یہ درخواست کی کہ حضرتِ والا، دہلی تشریف لاکر غریب خانہ کو رونق بخشیں۔
اور دہلی کے بزرگانِ دین کی بھی زیارت کریں۔"
چنانچہ، فتح خاں، اسی کوشش میں، سات روز، ملاواں میں مقیم بھی رہے۔
لیکن، مخدوم صاحب نے، دہلی تشریف لے جانا، اُس وقت، قبول نہ فرمایا۔
لاچار، فتح خاں، دہلی واپس گئے، تو سلطان، سکندر شاہ، لودی نے دوبارہ، عرضی، اِرسالِ خدمت کی کہ "اگر، اِس وقت، حضورِ عالی، قدم رنجہ، نہیں فرما سکتے
تو، اپنے صاحب زادگانِ والا شاہی میں سے کسی کو یہاں آنے کی اجازت دے کر

مفتخر فرمائیں۔‘‘

پس، فتح خاں نے، دوبارہ، فائزِ خدمت ہوکر، اس امر کی کوشش کی، چوں کہ سلطان، سکندر شاہ لودی، اہلِ کمال کا بڑا ہی احترام کرتے تھے اِس لحاظ سے مخدوم صاحب نے فرمایا کہ ”اگر، برادرزادہ بھتیجے، فخرالدین اولیا، یا فرزند، شیخ عبدالرزّاق جانا چاہیں، تو ہمراہ لے جاؤ“ مگر یہ ہر دو حضرات، چوں کہ منشاے مزاجِ وہاج سمجھتے تھے کہ اس میں، رضاے باطنی، نہیں ہے، اس لئے انھوں نے بھی انکارِ روانگی کردیا **تو حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ ”اِنْ شَاءَاللّٰہ تمہارے اور سکندر شاہ کا، مقصدِ دلی قطبُ الاقطاب بختیار کاکی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے عرس میں حاصل ہوگا۔**

ہاں! اگر، تم کو، فقیر کی رضامندی، اتنی ہی مطلوب ہے تو اِس غیرآباد مقام، ملاواں کی اضافۂ آبادی کرواور آباد ہونے والوں کی معاشی امداد بھی۔‘‘ تو، فتح خاں نے عرض کیا کہ اِس امر میں حضورِ عالی، خود بھی مختار ہیں۔ جس شخص کی امداد معاشی، یا منصبی چاہیں مقرر فرماسکتے ہیں۔ چنانچہ، بلگرام، قنوج، بلہور، وغیرہ میں، یہ مشتہر، شاہی طور پر، کردیا گیا کہ **ہرکہ دریں قصبۂ ملاواں، آباد شود، بہ موجبِ تجویزِ حضرت مخدومی وجہِ معاش اُو، اَز دفترِ شاہی، مقرَّر باشد۔‘‘** (جو شخص بھی اس قصبہ ملاواں میں آباد ہوگا تو حضرت مخدومی کی تجویز کے مطابق اس کا ذریعۂ معاش شاہی خزانے سے مقرر کیا جائے گا۔)

نیز، اس کی کئی نقلیں، مختلف اَطراف میں، بادشاہِ مذکور کی جانب سے سرکاری طور پر، روانہ کردی گئیں۔

چنانچہ، تھوڑے ہی وقفہ میں اہلِ اسلام، ودیگر اقوام، بہ کثرت، وہاں، آباد ہوگئیں۔‘‘ (ص ۴۲ و ص ۴۳۔ ’’افضالِ رحمانی‘‘)

مخدوم، مصابحُ العاشقین کا آخری سفرِ دہلی، برائے حاضری وزیارتِ قطبُ الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قُدِّسَ سِرُّہٗ ہوا۔ جس کے مختصراَحوال یہ ہیں:

جب آپ کے قدومِ میمنت لزوم کی خبرِ فرحت اثر سلطان سکندر شاہ کو ہوئی، تو چوں کہ وہ، خود علیل تھا، اِس لئے اُس نے اپنے بیٹے شہزادہ، ابراہیم لودی

کو، اُمَرا و عمائدینِ سلطنت کے ساتھ، استقبال کو بھیجا۔

مخدوم صاحب نے، باوجود اِصرار قطبُ الاقطاب، حضرت بختیار کاکی عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ کی درگاہ میں قیام کیا۔

دوسرے روز، سلطان، سکندر شاہ لودی مع چالیس تھان پوشاک خاصہ وزرِ طلائی ونقرئی ومَرَوَارِید وغیرہ، برائے نذر لے کر، فائزِ خدمت ہوئے اور، روزانہ، تا قیام، طعام وتحائف بھیجتے رہے۔

ساتویں روز، پھر، سلطان، سکندر شاہ لودی نے، بہ نفسِ نفیس، حاضر ہو کر عرض کی کہ اب تو قلعۂ سلطانی میں تشریف اَرزانی فرما کر، خادم کو عزت بخشی جائے۔"

مگر، پھر بھی، حضرت مخدوم صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ نے کسی طرح، قبول نہ کیا۔

پھر، سلطانِ مذکور نے، دولاکھ روپیہ، نذر کیا، مگر، مخدوم صاحب نے، اس کو بھی، قبول نہ کیا۔

اب، سلطان نے، خود، روزانہ، حاضری، معمول کر لیا۔ اور حضرت بختیار کاکی عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ کے عرس شریف میں بھی برابر، سکندر شاہ، حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر رہا کیے۔

اس کے بعد، مخدوم صاحب، دربارِ سلطانُ المشائخ، نظام الدین اولیا میں پھر، درگاہِ حضرت نصیر الدین محمود، چراغ دہلی رَحۡمَۃُ اللہ عَلَیۡہِم میں حاضری دے کر جب واپس لوٹنے لگے، تو، سلطان سکندر نے، دوبارہ، دولاکھ سِکّۂ طلائی، بطورِ زادِ راہ وصَرفِ خُدَّام، پیش کیے، مگر، مخدوم صاحب نے، وہ بھی، قبول، نہ کیے۔

پس، وہاں سے، دو ماہ، تئیس (۲۳) دن بعد آپ، قنوج، واپس ہوئے۔

اور کچھ روز، قیام کے بعد، ملاواں، واپس تشریف لے آئے۔"

(ص ۴۳۔ "افضالِ رحمانی")

اس کے بعد، حضرت مخدوم مصباحُ العاشقین، چشتی عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ نے صاحب زادہ شیخ عبدالرزّاق اور حافظ شیخ عبدالرحیم بندگی میاں وصاحب زادہ شیخ عبدالحلیم

کا عَقدِ مَسنون فرمایا اور پھر، ہر ایک کو، علاحدہ علاحدہ مکانِ سکونت دے کر خود، حُجرہ، متصل مسجد میں رہنے لگے۔

"آپ کا بیشتر وقت، یادِ الٰہی میں بسر ہوتا۔ بعدِ ظہر و عصر، درسِ قرآن مجید و حدیث شریف دیا کرتے۔ مابین عصر و مغرب، اکثر، مُراقبہ فرماتے ۔ اور لوگ، شریکِ حلقہ ہوا کرتے۔

جب مخدوم صاحب کا، سِن شریف، سو(۱۰۰) سے متجاوز ہوا تو گوشہ نشینی آپ نے اختیار کر لی اور وہ خرقۂ خلافت، جو آپ کے مُرشد، شاہ جلال صاحب تاج بخش عَلَیۡہِ الرَّحۡمَة نے مرحمت فرمایا تھا صاحب زادہ شیخ عبدالرزاق صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَة کو، دے کر، صاحبِ سجادہ کیا۔ اور اپنا ذاتی خرقہ، صاحب زادہ حافظ شیخ عبدالرحیم بندگی میاں صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَة کو، مرحمت فرما کر، حسبِ معمولِ اولیاے سَلف ایک تحریر خلافت بھی، رقم فرمادی۔

۲۳ ؍ جمادیٰ الثانی سے، مخدوم صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَة کو، شدتِ تپ، زائد ہوئی۔
اور غرّہ ٔ رجب ۹۳۹ھ، بروز جمعہ، بوقت چاشت، آپ، واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مخدوم صاحب نے، یہ وصیت، پہلے ہی فرمادی تھی کہ:
میرے جنازے کی نماز، شیخ عبدالرزّاق صاحب، ورنہ، حافظ عبدالرحیم بندگی میاں صاحب پڑھائیں۔"

چنانچہ، بعد ادائے جمعہ، شیخ عبدالرزاق صاحب نے، نمازِ جنازہ پڑھائی۔
پندرہ ختم قرآن، حافظ عبدالرحیم صاحب نے اور پانچ ختم، شیخ عبدالرزّاق صاحب نے اور پانچ ختم، سب سے چھوٹے صاحب زادے، شیخ جلال صاحب نے جو مخدوم صاحب کی چوتھی حَرم، مسماۃ مونگا بی بی کے بطن سے تھے، پڑھ کر، ایصالِ ثواب کیا۔
اوّل روز، شیخ عبدالرزّاق صاحب نے، دوسرے روز، حافظ عبدالرحیم صاحب نے تیسرے روز، شیخ جلال نے تقسیم طعام کیا۔

بوقتِ دفن، مخدوم صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ کے جنازے پر، اَبر کا ایک ٹکڑا چھا کر، برسا۔ جو، دلیلِ واضح، مغفرت و مہربانی ربّی کی ہے۔ اور سید نبی صاحب نے، جو روضہ، تعمیر کرایا تھا، اسی میں، محوِ خوابِ راحت، ملاواں میں ہیں۔" (ص ۴۴۔ "افضالِ رحمانی")

مخدوم مصباحُ العاشقین، چشتی عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ کے خَلفِ اکبر، شیخ عبدالرزّاق تھے مگر، طریقِ سلسلہ، مخدوم حافظ عبدالرحیم بندگی میاں سے جاری ہوا۔ چنانچہ، مذکور ہے کہ:

"ہم، جہاں تک، شجرہ پر غور کرتے ہیں، تو طریقِ سلسلہ مخدوم عبدالرحیم صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ سے جاری، نظر آتا ہے۔

کیوں نہ ہو۔ یہی تو وہ مبارک ہستی ہے، جو اُس مُہتم بِالشّان امانت کی امین ہے جس کی بشارت، شاہ جلال صاحب تاج بخش و مخدوم شیخ سعد صاحب خیرآبادی و مخدوم شیخ عبدالصّمد، عُرف شیخ صفی صاحب صفی پوری رَحۡمَۃُاللّٰہِ عَلَیۡہِم دیتے چلے آئے۔

اور یہی تو، وہ وجہ ہے، جس سے والدۂ عبدالرحیم بندگی میاں صاحب کو حضرت شیخ جلال صاحب تاج بخش عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ کا خاص طور پر اپنی بیٹی بنانا اسی دُرِّ مکنون کے لئے تھا۔ جو "فضلِ رحمٰن" اسم با مسمّٰی ہو کر چمکنے والا تھا۔" (ص ۴۶۔ "افضالِ رحمانی")

حضرت مخدوم، مصباحُ العاشقین، چشتی کے صاحب زادہ، حافظ عبدالرحیم بندگی میاں کی نسل سے ایک بزرگ، شاہ اہلُ اللہ میاں، دو صدی بعد پیدا ہوئے جن کے فرزندِ جلیل ہیں: "اُوَیسِ زمان، مولانا شاہ، فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی" جو اپنے عہد و عصر کے مشہور عالم و محدّث اور عارف بِاللہ ہوئے۔ رَحِمَہُمُ اللّٰہ تَعَالٰی اَجۡمَعِیۡن۔

"پس، اب مخدوم (مصباحُ العاشقین) صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ تک سلسلۂ نسب، یوں ہوگا:

غوثِ زمان، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن بن مخدوم شاہ اہلُ اللہ میاں بن مولانا شیخ محمد فیاض صاحب بن مولانا شیخ برکت اللہ، عُرف بھیکا میاں صاحب بن مولانا صوفی عبدالقادر صاحب بن مولانا شیخ سعداللہ صاحب بن مولانا نورُ اللہ صاحب، عُرف نور محمد صاحب بن شیخ عبداللّطیف صاحب بن مخدوم حافظ شاہ عبدالرحیم بندگی میاں بن مخدوم شیخ

محمد، معروف بہ مصباحُ العاشقین، چشتی۔ رِضْوَانُ اللہ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔''
(ص ۴۹۔ ''افضالِ رحمانی'')

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن کو، عُرفِ عام میں ''مولانا بابا'' کہا جاتا تھا۔

آپ کی ولادت کے بارے میں تحریر ہے کہ:

''مولانا بابا کے والد، عارف باللہ، مخدوم شاہ، اہلُ اللہ میاں صاحب حضرت بقیۃُ السَّلَف وَالخَلَف، قطبِ دَوراں، مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب لکھنوی رَحمَۃُ اللہ عَلَیْہِ کے مُرید خاص تھے۔ اور خود، حضرت شاہ صاحب قبلہ، اہلُ اللہ میاں صاحب کو بے حد عزیز ومحبوب رکھتے تھے۔ اور بہت کم، جُدا ہونے دیتے تھے۔

ایک مرتبہ، شاہ اہلُ اللہ میاں صاحب، اپنے مُرشد، شاہ صاحب قبلہ کی پشتِ مبارک مَل رہے تھے۔ یکایک وہ خَلِش، جو فرزند نہ ہونے سے اکثر دامن گیر رہا کرتی تھی پھر، عَود کرآئی۔ کیوں کہ آپ کی دختر صاحبہ، جمعیت بی بی کو پیدا ہوئے، اٹھارہواں (۱۸) سال تھا۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ نے، یہ کبیدگی اَز روئے کشف، معلوم کرکے، مُتبسّم ہوکر فرمایا کہ:

کیوں؟ میاں اہلُ اللہ! کس فکر میں ہو؟ شاید، خَلِشِ اولاد ہے؟''

پھر، خود حکم دیا کہ:

اچھا، اب تم اپنے مکان جاؤ۔ تم کو، پروردگارِ عالَم ایک ایسا فرزند، عطا فرمائے گا جو مثلِ آفتاب، دنیا میں روشن ہوگا۔ جس کا فیض، مغرب سے مشرق تک ایسا روشن کردے گا کہ اس کے سامنے، دیگر ستارے، ماند ہوں گے۔ اُس کا نام ''فضلِ رحمٰن'' رکھنا۔''

چنانچہ، شاہ اہلُ اللہ صاحب اپنے مُرشد سے رخصت ہوکر مکانِ مَسکونہ، واقع سندیلہ واپس آئے اور یکم ماہِ رمضان ۱۲۰۸ھ، بوقت صبحِ صادق اس مادرزاد قطبِ ولایت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے، قدومِ میمنت لزوم سے عالَم کو فیض بخشا۔

مخدوم اہلُ اللہ میاں، فَرطِ اِبتہاج میں اسی ہفتہ، مولانا بابا (شاہ فضلِ رحمٰن) عَلَیْہِ

الرَّحمَۃ کو لے کر لکھنؤ، حضرت شاہ (عبدالرحمٰن لکھنوی) صاحب قبلہ عَلَیہِ الرَّحمَۃ کی خدمت میں پہنچے۔

مخدوم عبدالرحمٰن صاحب عَلَیہِ الرَّحمَۃ نے، مولانا بابا کے کانوں میں بطریقِ مَسنون، اَذان واِقامت کہی اور بے حد دعاؤں کے ساتھ، واپس کیا۔ تیسرے برس کا آغاز تھا کہ مولانا بابا کو لے کر، مخدوم اہلُ اللہ صاحب پھر، مخدوم عبدالرحمٰن صاحب رَحمَۃُ اللہ عَلَیہِ کی خدمت میں گئے۔ تو آپ نے بہ کمالِ محبت، رسمِ بسم اللہ، ادا فرمائی۔" (ص ۵۱۔ "افضالِ رحمانی")

"نامِ نامی" بلا الف ولام کے، فضلِ رحمٰن، صحیح ہے۔ چوں کہ یہ تاریخی نام ہے۔ اس کے عدد نکالنے سے ۱۲۰۸ھ نکلتا ہے۔" (ص ۵۱۔ "افضالِ رحمانی")

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی کے اساتذہ میں

حضرت مولانا شاہ نورُ الحق، فرنگی محلی، لکھنوی فرزندِ حضرت مولانا شاہ انوارالحق، فرنگی محلی تلامذۂ بحرالعلوم مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی اور سراجُ الہند، شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی عَلَیہِمُ الرَّحمَۃُ وَالرِّضوَان جیسے متبحر و شہرۂ آفاق، عُلماے عصر تھے۔

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی کے والدِ محترم، شاہ اہل اللہ، میاں کے مرشدِ طریقت وتصوف، حضرت مولانا سید شاہ عبدالرحمٰن، موَحّد، لکھنوی (متولد ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۸ھ۔ متوفی ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) بڑے بلند پایہ عالمِ دین اور عارف بِاللہ تھے، مسئلۂ وحدۃُ الوجود کے ماہرِ کامل تھے۔ اسی لئے آپ کو، کبھی، موَحّد اور کبھی وجودی کہا جاتا تھا۔ اور آپ بحرالعلوم، علاّمہ عبدالعلی، فرنگی محلی کے ارشدِ تلامذہ میں تھے۔

عُلماے فرنگی محل، لکھنو کے ذِکر میں، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"ہم نے، درسِ نظامی وفقہ واصول وکلام وغیرہ کا تکملہ بحرالعلوم، مولانا محمد نور صاحب فرنگی محلی (قُدِّسَ سِرُّہٗ) سے کیا۔ ان کے والد، مولانا محمد انوار صاحب (قُدِّسَ سِرُّہٗ) فرنگی محلی نے، جانے کیا دیکھا کہ: اپنی مسند پر بٹھالیتے اور اپنی خوشی وشفقت سے پوری بیضاوی

وکامل قدوری پھر، ہدایہ مکمل پڑھائیں۔ یہ خدا کی دین دیکھو کہ ہم کو، ان مصنِّفین سے فیض آتا ہے۔" الخ (ص ۱۱۴۔ **رحمت ونعمت**۔ مؤلَّفہ مولانا شاہ بھولے میاں جو ہر، سجادہ نشین بارگاہِ فضلِ رحمانی، گنج مرادآبادی ضلع اُنَّاؤ۔ مطبوعہ کان پور)

"مولانا بابا (شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے فرمایا کہ:

ہم، جب پہلی بار ۱۲۲۱ھ میں حضرت مُرشِد (شاہ محمد آفاق، نقشبندی، مجدِّدی) دہلوی کی خدمت میں مُرید ہونے گئے، تو، بعدِ بیعت، خواہشِ تعلیم، بیان کی۔ آپ نے دعائیں دے کر، اجازت بخشی۔ اور دن میں اپنے وہاں کھانا کھانے کی ہدایت بھی فرمائی۔

ہم، جب اوَّل روز، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدِّث عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کے پاس درس کو گئے، تو موصوف نے عام توجہ رکھی۔

بعدِ درس، اس شب کو، تو ہم بھوکے پڑرہے۔ مگر، اسی رات، حضرت شاہ (عبدالعزیز) صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے نہ جانے کیا دیکھا کہ مجھ کو صبح ہی بلانے ایک آدمی بھیجا۔ اور میں، بعدِ مغرب، مُرشد حضرت شاہ محمد آفاق، مجدِّدی، دہلوی قبلہ سے اجازت لے کر گیا تو، شاہ (عبدالعزیز) صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ، بہ کمال شفقت پیش آئے۔ ہدایت کی کہ:

"آج سے شام کا کھانا، میرے پاس کھایا کرو۔"

اس شب، ہم نے عشا بعد سے تہجد تک پڑھا۔ یہی معمول ہوگیا کہ عشا سے تہجد تک درس، اور تہجد کو خدمتِ مُرشد میں آکر، وضو وکلوخ وغیرہ کا نظم کرنا، دن بھر خدمت میں رہنا۔

کبھی، دن میں بھی شوق اُکساتا، تو مُرشد قبلہ کو، کشف ہوجاتا۔ بہ شفقت فرماتے:

فکر مندی کاہے کی؟ فیضِ مصطفوی سے تم، خود پڑھ جاؤ گے۔"

ایک بار، شاہ صاحب محدث دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے فرمایا کہ:

"اگر، تم پسند کرو، تو، ہم اپنے داماد، سید ظہیر الدین شہید (عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ) کو شریک، تمہارے درس میں، کرلیا کریں۔"

میں نے کہا: "اتنا شرمندہ نہ کیجیے۔ آپ، مختار ہیں۔ جسے چاہیں، شریک کرلیں۔"

مگر، حضرت شاہ صاحب نے سِوَا، اپنے داماد کے کبھی، کسی اور کو شریک، میرے درس میں، نہیں کیا۔ جن کتب کو، لوگ، سال اور ڈیڑھ سال میں پڑھتے، بہ توفیقِ الٰہی، ہم، دس پندرہ دن میں پڑھ لیتے۔ بخاری شریف، اٹھارہ پارے **ایک وقت میں پڑھ کر ختم کی، تو شاہ صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے بہت دعائیں دیں۔**

مولانا شاہ فضل رحمٰن کی اس وَہبی شانِ علم و کمال کا اندازہ مذکورہ واقعۂ تعلیم سے آپ، بہ خوبی کر سکتے ہیں:

حکیم الحکما، محمود خاں صاحب فضلِ رحمانی، دہلوی نے، بیان کیا کہ:

مجھے، حضورِ اعلیٰ سے خبر ملی، تو پتہ لگاتے، شاہ صاحب **عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ** کے وہاں گیا۔ سید شاہ مولوی ظہیر الدین صاحب شہید **عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ** نے دَورانِ تذکرہ، حضرت شاہ صاحب **قُدِّسَ سِرُّہٗ** سے کہا کہ: عشا سے تہجد تک کے، بجائے، مولانا فضلِ رحمٰن کا، کوئی اور درس کا وقت، رکھ دیجیے۔''

تو، شاہ صاحب نے فرمایا کہ: مولوی فضلِ رحمٰن کو، سب سے علیحدہ پڑھانے میں، یہ راز ہے کہ: وہ، توجُّہاتِ رسالت سے پڑھتے ہیں۔ ان کو برابر، حضوریِ رسالت، حاصل رہنے کی وجہ سے، میں بھی یہ پسند کرتا ہوں کہ: میری راتیں بھی، حضوریِ رسالت میں حدیث و قرآن خوانی کے ساتھ گذریں۔ اسی سعادت یابی کے لئے، صرف تم کو، اس درس میں بٹھا لیتا ہوں۔ تم، کبھی کبھی، شریک ہوتے ہو۔ میں، چاہتا ہوں کہ تم، ان سے علم، حاصل کرو۔ کیوں کہ: مولوی فضلِ رحمٰن کو، بہ فیضِ مصطفوی، وَہبی علوم، عطا ہو رہے ہیں۔ سب کچھ، وہ، آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پالیتے اور پوچھ لیتے ہیں۔

ورنہ، اس طرح، نہ کوئی پڑھا سکتا ہے، نہ پڑھ سکتا ہے۔''

اس چیز نے، مجھے اور عاشق بنا دیا اور حضرت کی جستجو کر کے مکان لایا۔ مُریدی کی خواہش کی، تو آپ نے فرمایا: اِس مرتبہ، نہیں، دوبارہ آمد پر رکھو۔''

بعض لوگوں سے یہ بات اور مشہور ہوئی تو مولانا بابا **عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ** گھر، واپس ہو گئے۔ پھر، جب دوبارہ آپ، دہلی تشریف لائے، تو میں اور حکیم اللہ دیا صاحب

دہلوی، مُرید ہوئے۔"

(قرآنِ کریم وتفسیر، تین ماہ تک پڑھ پائے تھے کہ) ایک طرف، شاہ صاحب نے لوگوں سے بہت کچھ کہہ دیا۔ دوسری طرف، مرشد قبلہ، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرما دیا کہ:

میاں فضلِ رحمٰن! تمہارا کام، تو کبھی کا انجام پا چکا۔ اب جا کر، خلق اللہ کو فائدہ پہنچاؤ۔

"تو، ہم، شرما کر گھر واپس آ گئے۔ مگر، ایک عزیز کو، والدۂ ماجدہ کی خبر گیری کو، رکھ کر، بِلا کسی کو بتائے گیارہ بارہ یوم میں چند رشتہ داروں کے ساتھ، دہلی آ گئے۔ اور تین ماہ میں دیگر کتب تفاسیر، نیز، احادیث جیسے، ہردو موطّا، مُسندِ امامِ اعظم، دارمی دارقطنی، معجمِ کبیر، وغیرہ، شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ سے ختم کر لیں۔

دو چار کے سِوا، اِس سفر کا کسی کو پتہ بھی نہ ہوا کہ کب گئے اور کب پڑھ آئے۔

ہمارا دوسرا سفر ۱۲۲۲ھ کو، دہلی کا، پھر ہوا۔ اُس وقت بھی مستدرک وغیرہ کتبِ احادیث اور فقہِ اکبر و جامعِ صغیر و قسطلانی، وغیرہ، ڈیڑھ ماہ میں پڑھیں۔

شاہ (عبدالعزیز) صاحب عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ، بہ شفقت کچھ اور دن، ہم کو روک کر اپنی صحبت میں رکھنا اور اپنے سامنے، درس دِلوانا چاہتے تھے۔ مگر، وہ جائے ادب تھی۔ ہم، ایسا، نہ کر سکتے تھے۔ ادھر، مُرشد قبلہ نے پھر ہم کو حکمِ واپسی دے دیا۔ ہم کو گھر آنا پڑا۔"

اصل حقیقت، فرمودۂ حضرت سے واضح ہے۔

۱۲۲۱ھ کے سفر کو، چوں کہ آپ نے پوشیدہ رکھا تھا، اس لئے تذکرۂ عام میں، یہ دوسرا سفر مشہور ہوا۔ جس سے لوگوں کو مکمل تحصیلِ حدیث، نہ معلوم ہو سکی۔

پھر، مولانا بابا عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ نے فرمایا کہ:

تیسرا سفر ۱۲۲۵ھ میں دہلی کا ہوا۔ مولوی مرزا، حَسَن علی صاحب لکھنوی (محدِّث) کا ساتھ، تیسرے سفر میں آگرہ کی ایک سَرائے سے دہلی تک، ہم سے رہا۔

مرزا صاحب نے، جب ارادہ، اوّل میں کیا تھا، اُس وقت، ہمارے پاس، زادِ سفر، نہ تھا۔ اِس لئے مرزا صاحب، ہمارے تیسرے سفر سے پہلے، پڑھ آئے۔ حکیم، محمود خاں کے وہاں، ہم ٹھہرے، تو مرزا صاحب، جُدا ہو گئے۔ مولوی حسین احمد صاحب ملیح آبادی سے

دہلی میں ہم سے دوایک ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ جب پڑھنے گئے، ہم کو، والدہ کی تنہائی سے جانے کا موقع، نہ ہوا۔

نیز، اِس تیسرے سفر میں مولوی اسحاق صاحب، ہم سے بڑے تپاک سے ملے۔ پھر، ہم کو اپنے گھر لے جا کر اپنے داماد، مولوی شاہ نصیرالدین صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ اور ان کی اہلیہ (دخترِ کلاں، مولوی اسحاق صاحب) کو، ہم سے مُرید کرایا۔ اِصرار کیا کہ ہم ان کے یہاں ٹھہریں، مگر، ہم نے معذرت کر لی۔

مولوی نصیرالدین صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ اکثر، ہم سے توجہ لیا کرتے۔ بڑی محبت رکھتے رہے۔ لیکن اس مرتبہ بھی، مُرشد دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بارہ تیرہ یوم میں، ہم کو واپسی کا حکم دے دیا۔

چوتھی بار ۱۲۲۹ھ میں ہم، دہلی گئے۔ اس بار بھی، بارہ تیرہ روز میں مُرشد دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے، ہم کو، گھر واپس کر دیا۔

پانچویں بار ۱۲۳۹ھ میں، دہلی جانا ہو سکا۔ تو شاہ (عبدالعزیز) صاحب محدِّث دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کا وصال ہوئے، تین ماہ ہوئے تھے۔ ہم کو آگرہ سے ایک مرید نے پیٹھے کی مٹھائی دی تھی۔ وہی لیے ہوئے ہم نے شاہ (عبدالعزیز) صاحب کے مزار پر فاتحہ کی۔ اور ان کے گھر والوں کو پیش کر دی۔

مولوی محمد اسحاق صاحب (عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ) نے، ہم سے دورۂ حدیث کی خواہش کی تو، ہم نے، اپنے استاد، شاہ صاحب کی روحانی خوشی کے لئے بخاری و مسلم کا، باہم، دَورہ - کہ کبھی، وہ سنتے، ہم پڑھتے، کبھی، وہ پڑھتے، ہم سنتے - **بیس (۲۰) یوم میں کیا۔**

اتنے میں مُرشد دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے ہم کو پھر، واپس، مکان بھیج دیا۔ اس کے بعد، بس، دو بار اور، حیاتِ مُرشد عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ میں دہلی گئے۔ مگر، ہفتہ سے زائد، مُرشد قبلہ نے ٹھہرنے نہ دیا۔''

اس باہمی دورۂ حدیث کو، چوں کہ ایک دوسرے سے سن کر نقل کیا گیا اس لئے کوائف مُرتّب کنندہ، ایک ہی طور، نقل کرتے چلے آئے۔ اور درس کے اِشتباہی معنی سمجھ بیٹھے، جس

کو، تفصیل فرمودۂ حضرت مولانا بابا غلط ٹھہراتی ہے۔" (ص ۱۱۵ تا ص ۱۱۸۔ "**رحمت ونعمت**")

اِرادت واجازت وخلافت آپ کو، حضرت شاہ محمد آفاق، نقشبندی، مجدِّدی، دہلوی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال محرم ۱۲۵۱ء) سے حاصل تھی۔

چنانچہ، آپ کی تعلیم وتربیت اورشوقِ ریاضت کے بارے میں مؤلِّفِ افضالِ رحمانی، رقم طراز ہیں کہ: "مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کی ابتدائی تعلیم، کچھ سندیلہ اور کچھ ملاواں میں ہوئی۔

مگر، شرحِ مُلّاَ جامی، کافیہ، یعنی نَحو وصَرف وکلام وفقہ وغیرہ کی تکمیل مولانا نورصاحب ولد مولانا انوارصاحب لکھنوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا سے ہوئی۔

موصوف نے، پہلی ہی نظر میں بھانپ کر، بہ کمالِ محبت، درسیات کی تکمیل کرا کر **تعلیمِ حدیث شریف کے لئے، دہلی جانے کی ہدایت فرمائی۔** عام طلبہ کا جتنا درس، پندرہ بیس یوم میں ہوتا، آپ ایک وقت میں ختم کرتے۔

مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کا تکملۂ حدیث استاذُالاساتذہ، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدِّث دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ سے ہوا۔

استاذِ بلند نظر نے، نگاہ اوّلیں میں "می تافت ستارۂ بلندی" کو، پَرکھا۔ اورانتہاے محبت سے درسِ حدیث، شروع کردیا۔ ابھی، کچھ ماہ ہی گذرے تھے کہ مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کو اپنی والدہ ماجدہ کی تنہائی کی وجہ سے واپس، ملاواں آنا پڑا۔ دوبارہ، جب آپ پھر، دہلی تشریف لے گئے، تو مکمل تکملۂ حدیث ہوگیا۔

گو، شاہ صاحب قبلہ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ آپ کو کچھ ماہ، روک کر خود آپ سے درسِ حدیث دِلوانا چاہتے تھے، مگر، اوّلاً آپ کی والدہ کی تنہائی، دوسرے حُسنِ حقیقی کی جستجو اور ہی چیز کی مقتضِی تھی۔ اِس لئے بارہ تیرہ برس کی عمر میں ان علوم سے فراغت فرمالی۔

مولوی حیدرعلی شاہ صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ، حضرت مُرشد، محبوبِ حبیبُ الخلاَّق خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کے خلیفہ، ملاواں میں رہا کرتے تھے۔

ایک روز، مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے تین چار برس کی عمر میں خلیفۂ موصوف سے

دریافت فرمایا کہ: یہ آپ، گردن کیوں جھُکالیا کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: بیٹا! ذِکرِ اِلٰہی کرتا ہوں۔''

مولانا بابا نے فرمایا کہ: ہمارا بھی، جی چاہتا ہے۔ ہم کو بھی، سِکھا دو۔'' خلیفہ صاحب نے آپ کا کمالِ ذوق، اس بچپن میں دیکھ کر سینے سے لگالیا۔ اور فرمایا کہ: تم، روز آیا کرو۔ ہم، بتادیا کریں گے۔''

چنانچہ، ذِکرِ نفی و اِثبات و پاسِ اَنفاس وطریقِ مُراقبہ بتا کر توجُّہ میں بٹھانا شروع کیا۔ تو چند ماہ ہی میں شاہ حیدر علی صاحب کے اِحاطۂ قوت سے آپ کی روحانی قوت باہر ہوگئی، اور میاں حیدر علی شاہ نے، دہلی، حضرت مُرشد عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کی خدمت میں جانے کی ہدایت فرمائی۔'' (ص ۵۲۔ ''افضالِ رحمانی'')

حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی کی درس گاہ میں آپ کے تحصیلِ علم حدیث کی کیفیت، یہ تھی کہ: ''ایک بار، مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے، اپنے دَورِ طالب علمی کا تذکرہ فرمایا کہ: ہمارے استاذ، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ مجھ سے بے حد پیار وقدر ومنزلت فرماتے اور جب، درس، میرے قیامِ دہلی میں فرماتے، تو جب تک، بآوازِ بلند، دریافت، نہ فرمالیتے کہ: مولوی فضلِ رحمٰن آگئے؟ اور، میں، خود نہ بولتا، اُس وقت تک، شروع ہی نہ فرماتے۔ فرمایا کہ: دورانِ درس، اکثر مجھے، تنہا درس دیتے۔ اور بیچ بیچ میں مجھ سے پوچھتے جاتے کہ: تم، اس کا مطلب سمجھ گئے؟ جب تک میں، ہاں، نہ کرتا، آگے نہ بڑھتے۔ اور، اگر مجھے کبھی، دیر ہوجاتی، تو حضرت شاہ صاحب جب تک، میں نہ آجاتا، انتظار فرمایا کرتے۔

مولانا بابا نے فرمایا کہ: جو کتابیں، لوگ، دو دو برس میں پڑھتے، ہم، بِفَضْلِہٖ تعَالیٰ پندرہ دن میں ختم کرتے۔ پندرہ روز میں ہم نے بخاری شریف، ختم کی۔ بجز میرے، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کسی اور کو، میرے ساتھ، درس میں شریک نہ کرتے۔ البتہ، کبھی، اپنے داماد، سید ظہیر الدین شہید عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کو، بٹھالیتے۔''

(ص ۵۵۔ ''افضالِ رحمانی'')

عُلمائے فرنگی محل، لکھنؤ سے تحصیلِ علم کے حالات، بیان کرتے ہوئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: جب ہم، لکھنؤ میں شرح جامی وغیرہ پڑھتے تو اس طرح، نہ پڑھتے، جیسے لوگ آج کل پڑھتے ہیں، بلکہ دو جُز پڑھتے۔ جُز سے کم تو کبھی پڑھا نہیں۔ ہم کو، ان مصنّفینِ کتب سے فیض آتا تھا۔ ایسے ہی، ہدایہ، شرحِ وقایہ وغیرہ بھی پڑھنے بیٹھتے تو اِس طرح کہ بعدِ عشا بیٹھے، تو تہجد تک پڑھا۔ اور بعد اِشراق بیٹھے، تو ظہر تک پڑھا۔

خدا کی شان کہ بڑے بڑے لوگ، جیسے مولانا انوار صاحب ہم کو، اپنی مَسند پر بیٹھاتے۔" (ص ۵٦۔ "افضالِ رحمانی")

دہلی میں تحصیلِ علم کے اَحوال میں، مؤلّفِ "افضالِ رحمانی" لکھتے ہیں کہ: "بعض لوگوں نے، مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کا درسِ حدیث مولانا شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھنا، تحریر کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیوں کہ جو دَورِ طالب علمی، مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کا تھا وہی، مولوی محمد اسحٰق صاحب کا تھا۔ چوں کہ مولانا بابا، جُملہ سات (۷) مرتبہ، دہلی آئے گئے۔ اور آپ کو حدیث شریف سے عشق تھا۔ پس، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے وصال (۱۲۳۹ھ) کے بعد مولانا بابا اور مولوی محمد اسحٰق صاحب نے آپس میں دَورہ کیا کہ: کبھی وہ قاری، یہ سامع، کبھی یہ سامع، وہ قاری۔

ہاں! مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجدّدی، اُس وقت، مولوی محمد اسحٰق صاحب سے درس لیتے اور شریکِ دَورہ بھی ہوئے۔ (ص ۵٦۔ "افضالِ رحمانی")

"مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کے روئے مبارک پر، حدیث پڑھتے وقت نورِ حدیث، درخشاں رہتا۔ چنانچہ، خود آپ نے بیان فرمایا کہ: جب میں، حدیث پڑھ کر حضرت مُرشد عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کی خدمت میں جاتا تو حضرت مُرشد فرماتے کہ: اللہ اللہ! یہ نورِ حدیث۔" (ص ۵۷۔ "افضالِ رحمانی")

کتاب "افضالِ رحمانی" کے نویں باب بعنوان "نقّادانِ فن کی عقیدت کیشی" میں متعدد مشاہیر کے تأثرات وملاقات کا اِجمالی ذکر ہے۔ اسی میں ایک روایت، یہ بھی ہے کہ: "مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی، حضرت قُدسی صفات مولانا بابا عَلَیْہِ

الرَّ حمَۃُ، گنج مرادآباد، ماہِ رمضان میں آئے۔ اور ایک جگہ ٹھہر کر خدمتِ اقدس میں اطلاع کرائی کہ: ایک شخص، بریلی سے ملنے آیا ہوا ہے۔"

مولانا بابا عَلَیہِ الرَّحمَۃُ نے فرمایا کہ: یہاں، فقیر کے پاس، کیا، دَھرا ہے؟ ان کے والد، عالم۔ دادا، عالم۔ وہ خود، عالم پھر بہ کمالِ لطف فرمایا کہ: بلالاؤ۔" بہ وقتِ ملاقات، حضرت بریلوی نے میلاد شریف کی بابت، اِستفسار فرمایا، تو مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ: پہلے، تم بتاؤ۔ خود بھی تو عالم ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ: میں، میلاد کو مستحب جانتا ہوں۔ اس پر مولانا بابا نے فرمایا کہ: میں، سُنَّت جانتا ہوں۔ کیوں کہ صحابۂ کرام، جو جہاد میں تشریف لے جاتے تھے نیز، گھروں میں اپنے اہل وعیال سے کیا کہا کرتے تھے؟

یہی نا کہ، مکَّہ معظّمہ میں، نبیِ اکرم صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ نے، ان پر قرآن اُتارا۔ انھوں نے یہ معجزے دکھائے۔ اللہ نے ان کو یہ فضائل، عطا فرمائے۔

مجلسِ میلاد میں بھی، یہی، بیان ہوتا ہے، جو صحابہ اپنے مجمع میں کہا کرتے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڈّو بانٹتے ہو، صحابہ، اپنی مجلس میں، مُوڑ (سر) بانٹتے تھے۔

حضرت بریلوی نے عرض کیا کہ: کچھ نصیحت فرمایئے؟ ارشاد فرمایا کہ: تکفیر میں، جلدی، نہ کیا کرو۔"

انھوں نے، دل میں سوچا کہ میں تو، اُن کو، کافر کہتا ہوں، جو، حضور پُرنور صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ مولانا بابا کو کشف ہوا۔ فرمایا کہ: "ہاں، ہاں! جو، ادنیٰ حرفِ گستاخی، شانِ اقدس صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم میں بکے بِلاشُبہ، کافر ہے۔"

بعد ازاں، اپنی کلاہِ مبارک، حضرت بریلوی کو عنایت فرما کر ان کی ٹوپی، خود لے لی۔
(طریقۂ صوفیہ میں تبدیلِ لباس بھی فیض رسانی کا ایک طریقہ ہے)

پس ۲۹ ر رمضان مبارک ۱۲۹۲ھ کو، رخصتِ واپسی بخشی۔" (ص ۹۵۔ "افضالِ رحمانی")

واضح رہے کہ سفرِ گنج مرادآباد کا یہی واقعہ، حضرت مولانا محمد ظفرالدین، قادری، رضوی عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) تلمیذ و خلیفۂ امام احمد رضا، بریلوی نے بھی اِس طرح، بیان کیا ہے:

''مَدَّاحُ الحبیب، مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب نے، دربارِ فضائل میں، ذکر کیا کہ ۱۲۹۲ھ، ماہِ رمضان شریف میں کہ اعلیٰ حضرت کی عمر شریف، اِکیس سال کی تھی حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب سے ملنے،تشریف لے گئے۔ ایک جگہ، قیام،فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو، حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ اور تاکید فرمائی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص، بریلی سے آیا ہے، حضور سے ملنا چاہتا ہے۔ انھوں نے جا کر کہا۔ حضرت مولانا (گنج مردآبادی) رَحمۃُ اللہِ عَلَیہِ نے فرمایا: وہ، یہاں، کیوں آئے ہیں، اُن کے دادا، اتنے بڑے عالم ان کے والد، اتنے بڑے عالم، اور وہ، خود عالم،فقیر کے پاس، کیا، دَھرا ہے؟ پھر، نرم ہوکر، بکمالِ لطف فرمایا: تشریف لائیں۔

بعدِ ملاقات، اعلیٰ حضرت نے مجلسِ میلاد شریف کے متعلق حضرت مولانا رَحمۃُ اللہِ عَلَیہِ سے اِستفتا کیا۔

ارشاد فرمایا: تم، عالم ہو، پہلے، تم بتاؤ۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں، مستحب جانتا ہوں۔

ارشاد فرمایا: اب، لوگ، اِسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ اور میں، سنَّت جانتا ہوں۔

صحابہ، جو، جہاد کو جاتے تھے، تو کیا کہتے تھے؟ یہی نا کہ مکہ میں نبی صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم پیدا ہوئے ہیں۔ انھوں نے یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے، ان کو، یہ فضائل دیے۔

اور مجلسِ میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ یہی، بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں بیان کرتے تھے۔ فرق، صرف اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڈُّوا (لڈُّو) بانٹتے ہو، اور صحابہ اپنا موڑ (سر) بانٹتے تھے۔ حضرت مولانا رَحمۃُ اللہِ عَلَیہِ نے اعلیٰ حضرت کو، بکمالِ شفقت، تین دن تک، مہمان رکھا۔ ۲۹/ ماہِ (رمضان) مبارک کو، رخصت کیا، جب، عید، سر پر آ گئی۔ وقتِ رخصت، فرشِ مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مُدَّ ظِلُّہٗ نے، درخواست کی کہ مجھے، کچھ نصیحت فرمایئے۔'' فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرو۔

اعلیٰ حضرت، مُدَّ ظِلُّہٗ نے، دل میں خیال کیا کہ میں تو اُس کو کافر کہتا ہوں جو حضورِ اقدس (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم) کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی، معاً، مولانا، رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے فرمایا: ہاں! جو کوئی، ادنیٰ حرف، گستاخی کا، شانِ اقدس میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک! کافر ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت سے فرمایا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ (سر) کی ٹوپیا (ٹوپی) تمھارے موڑ (سر) پر، دَھر دیں اور تمھارے موڑ (سر) کی ٹوپیا (ٹوپی) اپنے موڑ پر رکھ لیں۔''

اعلیٰ حضرت نے، براہِ ادب، سر جھکا دیا۔ مولانا نے، اعلیٰ حضرت کی کلاہِ مبارک اپنے سر پر رکھ لی اور اپنی کلاہِ مقدس، اعلیٰ حضرت کے سر پر رکھ دی۔ جو، بطورِ تبرک، اب تک، محفوظ ہے۔

فقیرِ قادری، عرض کرتا ہے کہ بِعَینِہٖ، یہی واقعہ، مولوی حافظ محی الدین صاحب عُرف لعل محمد صاحب نے، منڈوا ضلع فتح پور سے بھی لکھ کر بھیجا ہے۔

اور مجھے بھی خیال آتا ہے کہ میں نے بھی، خود اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی زبانِ مبارک سے اس واقعہ کو، سنا ہے۔ اِس لئے اس کی صحت میں، شک نہیں۔''

(دیکھیے: دبدبۂ سکندری، رام پور۔ اور سوانحِ حضرت فضلِ رحمٰن) ص ۲۶۲ تا ص ۲۶۴۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ سوم۔ بترتیبِ جدید۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی۔ ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء)

امامِ اہلِ سنّت، مولانا الشّاہ محمد احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی گنج مرد آباد، حاضری و ملاقات کی ایک خاص وجہ، میرے خیال میں یہ رہی ہوگی کہ:

آپ کے جَدِّ امجد، مولانا مفتی رضا علی خاں، بریلوی (متوفی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) کو حضرت شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مراد آبادی سے ہی نسبتِ بیعت و اِرادت، حاصل تھی۔ یعنی، حضرت مفتی رضا علی خان، بریلوی حضرت شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مراد آبادی کے مُرید و مُسترشد تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن کا ایک اعزاز و امتیاز

اور فضل وشرف آگے مذکور ایک واقعہ سے بھی ظاہر ہے۔ **مولوی حبیب اللہ، ٹانڈوی، مہاجرِ مدنی**، بیان کرتے ہیں کہ:

''میری عمر کے چودہ پندرہ سال، تو ایسے گذرے کہ ہر ماہ کا زائد حصہ آستانہ پر گذرا کیا ہے۔ بے حد کشف وکرامات، آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہوں۔

ازاں جُملہ، یہ بھی ہے کہ میں نے دیکھا کہ دربارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں، پیرومُرشد، غوثِ زمان حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نظر نہیں آئے۔ تو بڑا ملال گذرا۔ اِس اثنا میں، بہ کمالِ شفقت، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا کہ: کیوں، ملول ہو؟ عرض کیا کہ: پیرومُرشد، کیا، یہاں، نہیں ہیں؟

تو، آنحضرت صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ تو، دربارِ عام ہے۔ یہاں، وہ، کہاں ؟ پھر، پردۂ حجاب اٹھا، تو پیرومُرشد، حریمِ خاص میں تھے۔ کئی روز مجھ پر، وِجدانی کیف، طاری رہا۔'' (ص ۹۶۔ ''افضالِ رحمانی'')

ایک بشارتِ مجدِّدی، یہ ہے کہ ''ایک بار، مولانا بابا نے فرمایا کہ:

میں نے حضرت مجدِّدِ الفِ ثانی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں:

ہزاروں آدمی، تمھارے سبب سے بخشے جائیں گے۔''

ایک مجلس میں، امامِ اعظم، ابوحنیفہ رَضِیَ عَنْہُ کا ذکر آیا تو ''مولانا بابا نے فرمایا کہ:

حضرت امامِ اعظم کا، بڑا رتبہ ہے۔ اور ہم کو، تو، بچپن سے امامِ اعظم سے محبت ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ہماری دعوت کی۔ اور لوگ بھی تھے۔ کسی نے ہم سے کہا: یہاں، چند لوگ ایسے بھی ہیں، جو امامِ اعظم سے محبت، نہیں رکھتے پھر تو ہم سے صبر نہ ہوسکا۔ ہم نے، وہاں امامِ اعظم کی بہت کچھ فضیلت، بیان کی اور غصہ میں ایسے لوگوں کو بھی بہت کچھ کہا۔ وہاں سے آکر ہم نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے: امامِ اعظم بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا: چلو، ہم بھی چلیں گے۔ میں، جو وہاں گیا، تو دیکھا کہ: سُبحٰنَ اللہ! کیا چہرۂ تاباں ہے پھر سلام کیا تو انھوں نے جواب دیا۔ اور مجھے اپنے پاس،

مسند پر بٹھالیا۔
گو، میں نے، ہر چند، عذر کیا، مگر، قبول نہ ہوا۔ پھر، امام شافعی کو بھی دیکھا کہ ان کے سامنے، کھڑے ہیں۔ پھر، ان کو بٹھایا۔ اور مجھ سے علمی مسائل کی باتیں کرتے رہے۔ میں نے اجازت چاہی، تو اور بیٹھنے کے لئے کہا۔ تھوڑے توقُّف کے بعد، میں، رخصت ہوا، تو، بہ کمالِ محبت، رخصت کیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، تو امامِ شافعی، مجھے پہنچانے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ: آپ اتنے بڑے امام ہوکر، یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ مگر موصوف نہ مانے اور بہت دور تک پہنچانے آئے۔ پھر، آنکھ کھل گئی۔

ارشاد فرمایا کہ: اگر چہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، ان سب کے بڑے رتبے ہیں۔ لیکن، یہ امام صاحب کو، نہیں پہنچتے۔ حضرت امام جعفر صادق، رَضِیَ اللہ عَنْہُ کی صحبت، جو، امام صاحب کو حاصل ہے اس کی فضیلت، کہاں جائے گی؟''
(ص ۹۷۔ افضالِ رحمانی)

آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت، یہ ہے کہ ''عبداللہ شاہ صاحب رحمانی، مولانا بابا کی خدمت میں آرہے تھے۔ اَثنائے راہ میں ایک ندی پڑی۔ انھوں نے، یہ خیال کیا کہ: گھوڑی نکل تو جائے گی۔ ندی میں گھوڑی ڈال دی۔ چنانچہ، گھوڑی، دَلدَل میں پھنس گئی اور دھنسنے لگی۔ عبداللہ شاہ نے، فوراً ہی مولانا بابا کو یاد کیا۔ چنانچہ، مولانا بابا نے مدد فرمائی اور گھوڑی، دَلدَل سے نکل گئی۔ جب، گنج مرادآباد، عبداللہ شاہ، فائز خدمت ہوئے تو مولانا بابا ایک چادر اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔ عبداللہ شاہ کو دیکھ کر فرمایا: لوگ ہم کو، بِلاوجہ تکلیف دیا کرتے ہیں۔ اور اپنی پشتِ مبارک، کھول کر دکھائی۔ تو گھوڑی کے چاروں سُم کا نشان مع کیچڑ کے، آپ کی پشتِ اطہر پر تھا۔ عبداللہ شاہ، آخر میں فیضِ صحبت سے، مَردِ کامل ہوئے۔''
ایسی ہی ایک اور روایت، عبدالغنی صاحب کمشنر جج نے بیان کی۔ واقعہ، بِعینہٖ یہی ہوا۔ نام کا فرق ہے۔'' (ص ۹۸۔ ''افضالِ رحمانی'')

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن کی بے شمار کرامات میں سے چند کرامتیں، یہ بھی ہیں کہ ''مولانا بابا نے فرمایا کہ ایک شخص، روم سے میرے پاس آئے اور جِنّات کے ستانے کی شکایت کی۔ ہم نے ان سے کہا کہ: تم، اس جِنّات سے ہمارا سلام کہنا۔ چنانچہ، رومی نے ایسا ہی کیا، تو وہ چلا گیا۔'' (ص ۹۹۔ ''افضالِ رحمانی'')

''مولانا بابا صاحب ایک مقام پر پہنچے اور کنواں دیکھ کر پانی طلب فرمایا۔ تو ساکنانِ قصبہ نے کہا کہ حضرت! یہ کنواں تو، نہ جانے کب سے، اندھا پڑا ہے۔'' آپ نے کہا کہ: تم، بسمِ اللہ پڑھ کر، اس میں سے ڈول بھرو۔ لوگوں نے، جب ڈول باہر نکالا، تو وہ، شفاف پانی سے، لبریز تھا۔''

''مولانا بابا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ، ہم، سفر میں تھے اور ایک خادم بھی ساتھ تھا کہ ایک دریا پڑا، تو بغیر کشتی، ہم مع خادم کے، پار اُتر گئے۔ اور دامن بھی، کسی کا، تَر نہ ہوا۔''

''قاری عبدالرحمٰن صاحب، جو حیدر آباد چلے گئے تھے، ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ، میرے ہاتھ پاؤں ایسے رہ گئے کہ نقل و حرکت، بالکل، ناممکن ہو گئی۔

چنانچہ، حاضرِ آستانہ ہو کر عرضِ حال بھی، نہ کر پائے تھے کہ مولانا بابا نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہو میاں! تم تو، اچھے خاصے ہو۔ معاً، قاری صاحب ایسے اُٹھ کھڑے ہوئے، جیسے کچھ مرض ہی، نہ ہو۔'' (ص ۹۹۔ ''افضالِ رحمانی'')

مخدوم، مصباح العاشقین، چشتی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کی ایک کرامت کا ذکر، اِس طرح ہے کہ ''ایک جلسہ میں، مولانا بابا نے فرمایا کہ ہمارے جدِّ اَمجد، مخدوم صاحب، گو، چشتی تھے، مگر، خلافِ شرع، سماع وغیرہ، نہ سنتے تھے۔'' پھر مخدوم صاحب کی یہ کرامت، بیان کی کہ ایک دن، مخدوم صاحب، دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ دُور سے ہندوؤں کی بارات، گاتی بجاتی، آنِکلی۔

مخدوم صاحب کے خلیفہ، شاہ وجیہُ الدین صاحب نے، ان لوگوں کو منع کیا کہ حضرت چوں کہ دروازے پر تشریف فرما ہیں، اِس لئے خاموشی وادب سے گذر جائیں۔ لیکن، بَراتی، نہ مانے، تو مخدوم صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے، پلک اٹھا کر، ان

لوگوں کی طرف دیکھا، تو سب کے سب آ کر مسلمان ہوئے اور مرید بھی ہو گئے۔'' پھر، ارشاد فرمایا کہ: سب کی حقیقی بارات ہو گئی۔'' (۱۰۱۔ ''افضالِ رحمانی'')

اس پر، دادا میاں (شاہ احمد میاں، گنج مرادآبادی، فرزندِ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ، مکان کے لئے ایک شہتیر آیا، تو اتفاق سے، وہ چھوٹا پڑا۔

مخدوم صاحب نے فرمایا کہ تم درخت پر، تو بڑھتے ہو۔ یہاں پر، بھی، بڑھ جاؤ۔''

اب، جو شہتیر رکھا گیا، تو بالکل ٹھیک تھا۔ مولانا بابا نے، اس کی تصدیق فرمائی۔

مولانا بابا (حضرت شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی) نے فرمایا کہ حضرت مخدوم، مصباح العاشقین صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کا سلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ گیسودراز، خلیفۂ حضرت نصیرالدین محمود، چراغ دہلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے ہے۔''

(ص ۱۰۱۔ وص ۱۰۲۔ ''افضالِ رحمانی'')

''ایک بار، مولانا بابا (شاہ فضلِ رحمٰن) نے فرمایا کہ: بنارس کے قریب، ایک پہاڑ، چنارگڈھ ہے۔ وہاں کے لوگ بھی، ہمارے مُرید ہوئے۔ وجہِ اعتقاد، یہ تھی کہ وہاں، بیچ میں، پانی، بہت گہرا پڑتا تھا۔ اس طرف جانے میں، دور سے گھوم کر جانا ہوتا۔ غرض کہ ہم اسی جگہ سے اُتر کر، دوسری طرف گئے۔ خدا کی شان کہ اس وقت سے، وہاں، پانی، پایاب رہ گیا۔ وہاں، عرس میں ناچ ہوتا تھا۔ ہم نے، ان لوگوں کو، اس سے منع کیا کہ: بس، قرآن خوانی اور تقسیمِ طعام کیا کرو۔''

(ص ۱۰۲ و ص ۱۰۳۔ ''افضالِ رحمانی'')

آپ کی بے شمار کرامات واوصاف وکمالات واِتّباعِ سُنَّت وشریعت اور مَرجعیت ومقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے، حکیم عبدالحی، رائے بریلوی (متوفی ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء) لکھتے ہیں:

ثُمَّ لَمَّا کَبُرَ سِنُّہٗ تَرَکَ السَّفَرَ وَاعْتَزَلَ بِمُراد آباد۔ فَتَہَافَتَ عَلَیْہِ النَّاسُ تَہَافُتَ الظَّمآنِ عَلٰی الْمَاءِ۔ وَتَواتَرَتْ عَلَیْہِ التُّحَفُ وَالْھَدایا۔ وَخَضَعَ لَہٗ

الْوُجهاءُ سَرَاۃُ النَّاس، یأتُونَ اِلَیْہِ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ وَمَرْمیً سحیقٍ۔ حتیٰ صارَعَلَماًمُفرداًفِی الدِّیارِالْهِنْدِیة۔

وَرُزِق مِنْ حُسْنِ الْقبولِ مَالَمْ یُرزَق اَحدُمِنَ الْمَشایخِ فِی عَصرِہٖ۔

وَکانَ اَکبرَمَنْ رَأیتُ وَاَعْلَمَهُم بِهَدْیِ النَّبیّ صلَّی اللّٰہ علَیْہِ وَآلِہٖ وَسلَّم۔ لایَتَجاوَزُ مِنْہُ فی اَمرِمِنَ الْاُمورِمعَ الْعَفاف وَالْقَناعَةِ، وَالْاِسْتغناءِ وَالسَّخاوةِوَالْکرمِوَالزُّهدِ،لَایَدَّخِرُمالاً، وَلایَخافَ عوزاً۔

تحصل لہٗ الْاُلُوف مِنَ النُّقودِفیُفرِّقهَاعَلٰی النَّاسِ فِی ذالِکَ الْیومِ،

حتی کانَ لایَبِیتُ لیلةً فِی بیتہٖ دِرهمٌ اَودِینارٌ۔

وَکانَ لایُحْسِنُ الْمَلبس وَالْمَاْکل، وَلایلبس لُبْسَ الْمُتَفَقِّهةِ مِنَ الْعِمامةِ وَالطّیلسان فَضْلاًمِنْ تکبیرِالعِمامةِوَتَطویلِ الْاَکْمَام۔

وَلایَهابُ اَحَداًفِی قَولِ الْحقِ وَکلمةِالصِّدق وَلَوْکَانَ جَبّاراًعَنِیْداً۔

قَدانْتَهتْ اِلیہِ الْاِمامةُ فِی الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ،وَالزُّهدِ وَالْوَرَعِ، وَالشُّجاعةِ وَالْکرمِ، وَالْجَلالةِوَالْمَهابةِ، وَالْاَمرِبالْمَعروفِ وَالنَّهْیِ عَنِ الْمُنْکرِ،مَعَ حُسنِ الْقَصْدِ وَالْاِخلاصِ وَالْاِبْتِهالِ اِلَی اللّٰہ تعالیٰ، ودَوَامِ الْمراقبةِ وَالدُّعاءِ اِلَیْہِ وَحُسْنِ الْاَخلاقِ وَنَفعِ الْخَلقِ وَالْاِحسانِ اِلَیْهم۔

فَاِنْ حَلفتُ بَیْنَ الرُّکنِ وَالمقامِ اَنّی مَارَأیتُ فِی الْعالَمِ اَکرمَ مِنْہُ وَلااَفْزَعَ مِنْہُ عَنِ الدِّینارِوَالدِّرهمِ وَلااَطْوَعَ مِنْہُ لِلکتابِ وَالسُّنَّةِ،مَاحَنِثْتُ۔

وَاِنّی مَارَأَیْتُ اَعلَمَ بِکتابِ اللّٰہِ وَسُنَّةِ رسولِہٖ صلّی اللّٰہ علَیْہِ وَسلَّم مِنْہُ۔اِلٰی

آخِرِہٖ۔ (۱) (ص ۳۶۳۔ نُزْهَةُ الْخَواطِر، جلدِ ثامن، مؤلّفہ حکیم عبدالحی، رائے بریلوی، مکتبہ خیرِ کثیر۔ آرام باغ۔ کراچی)

ذیل میں، اُن چند مسائل کا اِجمالی ذکر ہے، جو، حضرت شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی نے، مختلف مواقع پر، بیان فرمائے ہیں: **مولانا بابا نے، ارشاد فرمایا کہ حضرت، مجدِّد صاحب، حضرت، مودود چشتی، حضرت، نقش بند، یہ سب، ایک ہیں اور ہمارے پیر ہیں۔ اگرچہ، لوگوں نے نقش بند کی وجہ، بہت سی لکھی ہے، مگر، صحیح یہ ہے کہ حضرت بہاء الدین نقشبند عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ مٹی کے برتن بنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے، ان برتنوں پر توجُّہ فرمائی۔ تو ان سب پر، اسمِ ذاتِ جناب باری تعالیٰ (اللہ) منقوش ہوگیا۔** پھر، فرمایا کہ: جب حضرت نقشبند، عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ، حضرت محبوبِ سُبحانی، شیخ عبدالقادر جیلانی، رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِ سے ملنے چلے، تو آپ کا وصال ہو چکا تھا۔

(۱) ترجمہ: جب آپ عمر دراز ہو گئے تو آپ نے سفر کرنا بند کر دیا اور گنج مرادآباد میں میں خلوت نشینی اختیار کر لی، تو لوگ (طلب فیض کے لیے) آپ کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے جیسے پیاسا آدمی پانی پر ٹوٹ پڑتا ہے، مسلسل تحفے اور ہدیے آنے لگے، قوم کے سربراہ اور سربرآوردہ لوگ دور دراز علاقوں سے آ کر آپ کے تابع فرمان ہوئے، یہاں تک دیارِ ہند میں آپ نمایاں اور منفرد حیثیت کے مالک ہو گئے، اور آپ کو وہ حسنِ قبول عطا ہوا، جو اس زمانے کے مشایخ میں کسی کو نصیب نہ ہوا۔

میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں آپ سنت نبوی کے سب سے بڑے عالم اور پیروکار تھے، کسی معاملے میں سنت سے تجاوز نہ فرماتے، ساتھ ہی عفّت و پاک دامنی، قناعت واستغنا، جود وسخاوت اور دنیا سے بے رغبتی ایسی تھی، کہ کچھ بھی مال اپنے پاس جمع نہ رکھتے، اور غربت و فاقہ کشی سے بالکل نہ گھبراتے۔

انھیں (نذرانے میں) ہزاروں روپے ملتے، تو انھیں اسی دن لوگوں میں تقسیم فرما دیتے، یہاں تک کہ رات بھر بھی کوئی سکّہ اور روپیہ آپ کے پاس نہیں رہ پاتا۔

معمولی قسم کا کھانا اور لباس استعمال کرتے، علما کی طرح عمامہ اور جبہ نہ پہنتے، حق بات کہنے میں کسی سے نہ ڈرتے، اگرچہ وہ بڑا سرکش اور مغرور ہوتا۔

اعتدال واخلاص، اللہ کے حضور تضرّع وعاجزی، مسلسل مراقبہ ودعا اور خلق خدا کے ساتھ خوش اخلاقی، حسنِ سلوک اور نفع رسانی کے ساتھ علم وعمل، زہد وورع، شجاعت وسخاوت، جلال وہیبت، اور امر بالمعروف ونہی میں درجۂ امامت پر فائز تھے۔

حضرت نقش بند نے آپ کی قبر پر حاضر ہو کر کہا کہ:

اے دَست گیرِ عالَم، دَستم چناں بگیر
دَستم چناں بگیر کہ گویند، دست گیر

قبر سے جواب آیا کہ:

اے نقشبِند عالَم، نقشم چناں بگیر
نقشم چناں بگیر کہ گویند، دست گیر

(ص ۱۰۴۔ ''افضالِ رحمانی'')

''ایک شخص نے عرض کیا کہ: بعض لوگ، امامِ اعظم کو، بُرا سمجھتے ہیں۔تو، مولانا بابا نے فرمایا کہ: ان کے پیچھے، ہرگز، نماز نہ پڑھنا۔'' اسی پر دادا میاں نے فرمایا کہ: بعض لوگ، نعتیہ اشعار پڑھنے کو، منع کرتے ہیں۔تو مولانا بابا، جلال سے کانپ اٹھے اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا ذِکر، مت کرو۔'' (ص ۱۰۴۔ ''افضالِ رحمانی'')

''ایک بار، جوازِ مولود شریف کا ذکر ہوا، تو مولانا بابا نے فرمایا کہ: تمام قرآن میں پیدائشِ انبیا کا ذکر ہے۔بس، یہی مولود شریف ہے۔'' اِسی ضمن میں ایک بار ارشاد فرمایا کہ: ''ہم تو، روز، مولود شریف کرتے ہیں۔

حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، جُملہ اَنبیا اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بہ وقت، ترجمۂ قرآن شریف وحدیث شریف۔یہ مذکور ہی، تو مولود شریف ہے۔''
مقصد یہ ہوا کہ: بیانِ پیدائش وعظمت ومُعجزات، یہی مولود شریف ہے۔''

(ص ۱۰۵۔ ''افضالِ رحمانی'')

''اس ذِکر پر کہ بعض لوگ، جھوٹی روایتیں، مبالغہ کے اشعار، بِلالحاظِ ادب پڑھتے ہیں۔تو، مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ نیکی برباد، گنہ، لازم ہے۔صحیح روایات، باوضو،

تو اگر رکنِ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان (صحن کعبہ میں) قسم کھا کر میں کہوں کہ میں نے دنیا میں ان سے زیادہ سخی وفیاض، دنیوی مال ومتاع سے گھبرانے والا اور کتاب وسنت کا پے رو کار اور کان کار نہیں دیکھا تو میری قسم جھوٹی نہیں ہوگی۔(ترجمہ: از مولانا نفیس احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)

باادب ہوں۔ اگرکوئی محبت سے قیام کرے، تومنع نہ کرو۔'' ایک بار، دوشخصوں میں حجت چھڑی۔ ایک جواز کے قائل۔ ایک عدمِ جواز کے۔ تومولانا بابا کو، یہ تشدُّد، ناگوارگذرا۔ اورفرمایا کہ میں حشر کے روز، خداوندِ عالَم سے عرض کروں گا کہ الٰہی! اِن لوگوں نے تیرے حبیب کا ذکر، محبت سے کیا ہے۔ اِن کوبخش دے۔''

''حضرت قبلہ مولانا بابا، کان پور میں تشریف فرما ہوئے۔ مولوی محمدعلی مونگیری بھی حاضرِ خدمت ہوئے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ: یہاں، نہرپار، ایک مولوی یہ کہتے ہیں کہ ''حضور اَکرم صَلّٰی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ہمارے، بڑے بھائی ہیں۔'' یہ سنتے ہی، مولانا بابا کانپ اٹھے اورفرمایا کہ ''ایسے لوگوں کا، ہمارے سامنے، ذِکرمت کرو۔ نَعُوذُ بِاللّٰہ، یہ لوگ، مسلمان، نہیں ہوسکتے۔'' پھر، فرمایا:

نسبتِ خودبہ سگتْ کردم وبَس مُنفعلم
زاں کہ نسبت، بہ سگِ کوئے تو، شُد، بے ادبی (۱)

سُبْحٰنَ اللّٰہ! کیابات فرمائی ہے کہ حضوراکرم صَلّٰی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کتّے کی برابری کا خیال بھی، بےادبی ہے۔

''ایک صاحب نے، فاتحہ کی بابت، دریافت کیا۔ مولانابابا نے فرمایا کہ: آنحضرت صَلّٰی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے، قربانی فرمائی اورفرمایا کہ یہ میری طرف سے، تمام اُمَّت کے لئے ہے۔'' بس، یہی فاتحہ ہے۔'''' مولوی یوسف علی، بھوپالی نے، ایصالِ ثواب کے لئے، بتاشے، منگوائے تومولانا بابانے، دستِ مبارک اٹھاکر پڑھااورفرمایا کہ: اِس کا ثواب، ہمارے نانا، شیخ عبدالقادر جیلانی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کو پہنچے۔'' اورخود کھاکر، حکمِ تقسیم دیا۔

''مولوی محمدعلی صاحب، مونگیری سے مخاطِب ہوکر حضرت مولانا بابانے فرمایا کہ مولود کیاہے؟ لَاۤاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌرَّسُولُ اللّٰہ کہنا، یہ بھی مولود ہے کہ مُخبِرِ صادق، صلّٰی

(۱) [(میرے آقا) میں آپ کے گلی کے کتے سے اپنی نسبت کرکے شرمندہ ہوں، کیوں کہ آپ کے گلی کے کتّے سے میری نسبت میری بےادبی ہے۔(نفیس احمد مصباحی)

اللہ عَلَیْہِ وسلَّم کی رسالت کا ذِکر ہوا۔

ایسے ذِکرِ رسالت و مدائح کا، عُرفِ عام ہی، مولود ہے۔ سلام ہو، یا قیام، یاذِکرِ رسالت، ادب و محبت سے، باعثِ خوشنودیِ ربُّ العِزَّت ہے۔ جواہلِ محبت ہیں، اُن کو ہی خدائے قدوس نے، اس کی توفیق بخشی ہے۔'' (ص ۱۰۵۔''افضال رحمانی'')

ایک بار، دادا میاں (حضرت شاہ احمد میاں، گنج مرادآبادی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ) نے عرض کیا کہ: بعض لوگ، میلاد شریف کو، کفر و شرک کہتے ہیں تو مولانا بابا (شاہ فضلِ رحمٰن) غصہ سے کانپنے لگے۔ پھر فرمایا کہ: اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُ۔لو! ہم تو، روز، مولود میں شریک ہوا کرتے ہیں۔'' سمجھا آپ نے؟ یعنی، نماز میں کہنا، شرک نہیں، تو خارج از نماز میں کیسے شرک ہے؟ (ص ۱۰۵ وص ۱۰۶۔''افضالِ رحمانی'')

''ایک شخص نے، سوال کیا کہ: مشکل، یا حاجت کے وقت، یارَسولَ اللہ کہنا کیسا ہے؟ مولانا بابا نے، ارشاد فرمایا: ایک نابینا، حضور سراپا نور صَلّٰی اللہ عَلَیْہِ وَسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بینائی چاہی، تو آنحضرت صَلّٰی اللہ عَلَیْہِ وَسلَّم نے یَامحمَّدُاِنِّی اَتوَجَّہُ اِلَیکَ۔الخ۔ یہ طریقہ، اُسے تعلیم فرمایا۔ درسِ حدیث میں اِستِسقَاءِ بِعَمِّ النَّبِی صَلّٰی اللہ عَلَیْہِ وسلَّم کی حدیث آئی تو، مولانا بابا نے فرمایا کہ اسی واسطے" اِلٰہی بحرمۃِ فلاں" کہنا، درست ہے۔'' (۱۰۶۔''افضالِ رحمانی'')

''درسِ قرآن میں، وَبَقِیَّۃٌ مِمَّاتَرَکَ اٰلُ مُوسیٰ وَاٰلُ ھٰرُون کی تفسیر میں مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ: یہ تبرکات، عصا، عمامہ، جوتا تھے۔'' پھر، جلالین دیکھنے کا حکم دیا، تو اس میں، یہی، مَسطور تھا۔ پھر، فرمایا کہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ: بزرگوں کا جوتا، وغیرہ، تبرک ہے۔'' (۱۰۶۔''افضالِ رحمانی'')

چند واقعاتِ اِتِّباعِ سُنَّت وبعض دیگر اُمور کا ذکر کرتے ہوئے اِس باب کے آخر میں بعنوان ''اولیا کا علمِ غیب'' مسطور و مذکور ہے کہ: ''درسِ قرآن میں، فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحداًاِلاَّ مَنِ ارْتَضیٰ مِنْ رَّسُولٍ. (غیبِ خداوندی کو، کوئی خود، نہیں جان سکتا۔ مگر، خدا، جس رسول کو چاہتا ہے، مطّلع کر دیتا ہے)

پھر، ارشاد فرمایا کہ: مِنۡ رَّسُوۡلٍ کی یہ قید، خصوصی نہیں، اتفاقی ہے۔ یعنی، اللہ تعالیٰ جسے چاہے، غیب سے مطّلع کردے۔ اب اس میں اولیا بھی، داخل ہیں۔ فَاِنَّہٗ یَنۡظُرُ بِنُوۡرِ اللّٰہِ کی حدیث، اس پر شاہد ہے۔ بلکہ متفقہ فیصلہ، یہ ہے کہ: بِذَاتِہٖ اور بِلاواسطہ علمِ غیب، صرف حق سُبۡحٰنَہٗ کا ہے۔ اور بہ واسطۂ الٰہی میں، سب ہیں۔ لیکن، سب سے کامل واَرفع علمِ غیب، اللہ تعالیٰ نے مختارِ دوعالم صَلّٰی اللہ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو عطا فرمایا۔ جو، کسی کو حاصل، نہیں۔" (ص ۱۱۹۔ "افضالِ رحمانی")

پھر، ارشاد فرمایا کہ: اولیاء اللہ کے دلوں میں ایسا نور رہتا ہے کہ اس سے، سب کچھ، نظر آتا ہے۔ جیسے، تاریک گھر میں آفتاب سے سب، روشن ہوجایا کرتا ہے۔"

(۱۱۹۔ "افضالِ رحمانی")

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی کا وصال، اِس طرح ہوا کہ: "یکم ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سے مزاج، کچھ زائد، ناسازگار رہنے لگا۔ مگر، کمالِ اِتّقا، یہ تھا کہ ایک وقت کی بھی، نماز نہ چھوڑی۔ پھر، آپ، کے سینے میں، درد، پیدا ہوا، جس سے، خلش تکلیف اور بڑھی۔

گو، یہ بظاہر، مرض تھا، مگر، بہ باطن، خدا سے ملنے کا بہانہ تھا۔ اسی حالت میں ۲۲/ربیع الاول کا دن آیا، تو اِستغراق، بہ حضرتِ حق اور زائد ہوگیا۔ آپ، جنابِ اَحدیت کی یاد میں اِن تکالیف کے باوجود، تسبیح وتہلیل میں مصروف رہے۔ کبھی، رَبِّ سَہِّلۡ کُلَّ صَعۡبٍ بھی، زیرِلب ہوتا۔ غرض کہ عصر ومغرب کے درمیان، مکانِ دنیاوی سے، مکانِ اُخروی میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ماتَ قُطبُ الۡھِند۔ نیز، رَضِیَ اللہ کافِیاً عَنۡہُ سے ۱۳۱۳ھ تاریخ، نکلتی ہے۔"

(۷۳۔ "افضالِ رحمانی")

غسل کے بعد آپ کو، جو کفن پہنایا گیا، اس میں، یہ تبرکات تھے: "بعدِ غسل، ایک لنگی، ایک قمیص، ایک چادر میں جو حضرت مُرشد دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا خاص عطیہ تھی، ان تین کپڑوں میں کفنایا۔ پھر، دادا میاں نے، مولانا بابا قبلہ کے سرِ مبارک پر،

حضرت مُرشد دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا عمامہ مبارک باندھ کر، اوپر سے چادر اُڑھادی۔''

(ص ۱۴۹۔ ''رحمت ونعمت'')

۲۵ ؍ربیع الاول ۱۳۱۳ھ؍کو، اُویسِ زمان، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن کی فاتحۂ سوم اور آپ کے خَلفُ الصِّدق، حضرت مولانا شاہ احمد میاں، گنج مرادآبادی کی رسمِ سجادگی باتفاقِ مریدین، ادا کی گئی۔مُریدین کے مشورہ اور مولانا شاہ احمد میاں، معروف بہ دادا میاں کی ہدایت کے مطابق: ''چھتیسویں روز، بعدِ وصال، ۲۸؍ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ کو، فاتحۂ چہلم ہوا۔ دوسو پچاس ختم کلام مجید، علاوہ، کلمہ ودرود شریف کے، اور دس ہزار اَشخاص کو ماکولاتِ فاتحہ اور پانچ سو جوڑا ملبوسات، تقسیم کیا گیا۔''

(ص ۱۴۲۔ ''رحمت ونعمت'')

''بائیس (۲۲) ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو، حضرت مولانا بابا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کا عرس شریف، عُلما ومشائخِ وقت کی شرکت سے، دادا میاں عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے کیا، جس میں پانچ سو ختم کلام پاک، علاوہ کلمہ ودرود شریف کے اور بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) بیرونی زائرین کو، کھانا تقسیم ہوا، ۲۳؍ربیع الاول ۱۴ ۱۳ھ کو، دادا میاں صاحب نے پھر تین ہزار اشخاص کو، کھانا تقسیم فرمایا۔'' (ص ۱۴۳۔ ''رحمت ونعمت'')

''مولانا احمد میاں صاحب سے، فرزندوں میں اول، مولانا محمد رحمت اللہ۔ پھر، مولانا محمد نعمت اللہ میاں ہوئے۔'' الخ (ص ۶۳۔ ''رحمت ونعمت'')

اویسِ زمان، شاہ فضلِ رحمٰن، عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان سَوادِ اعظم، اہلِ سنّت وجماعت کے جلیلُ القدر عالم ومحدِّث، عظیم المرتبت صوفی وشیخِ طریقت، سلسلۂ عزیزی ولی اللّٰھی (دہلی) وسلسلۂ عُلمائے فرنگی محل (لکھنؤ) کے علوم ومعارف کے امین۔ اور نقشبندی، مجدِّدی سلسلے کے عارف باللہ، بزرگ تھے۔ آپ سے درس لینے والے تلامذہ میں مولانا احمد حسن کان پوری، مولانا وصی احمد محدّث سورتی، مولانا سیّد شاہ دیدار علی محدّث الوری لاہوری، وسید جماعت علی شاہ محدث علی پوری سیال کوٹی کے نام نمایاں ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے جدّ امجد مولانا مفتی رضا علی

بریلوی آپ ہی کے فیض یافتہ مرید ہیں۔

آپ کی حیات و خدمات و اِرشادات و تعلیمات آج بھی، سَوادِ اعظم اہلِ سنَّت وجماعت کے لئے فانوسِ ہدایت اور مَشعلِ راہ ہیں۔ رَحِمَہُ اللہ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً.

علامہ یٰس اختر مصباحی، دارالقلم، دہلی۔
فون:- 9350902937،9560848408
ای میل misbahi786mk@gmail.com

مؤرخہ:
۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۴۰ھ
۹ راکتوبر ۲۰۱۸ء بروز، سہ شنبہ